25
10/1967
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
سرپرستی: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور (مغربی پاکستان)

لہ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ الحق

اکوڑہ خٹک

مدیر

سمیع الحق

اس شمارے میں

جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۱ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ اکتوبر ۱۹۶۷ء

زر سالانہ چھ روپے فی پرچہ ۵۰ پیسے غیر ممالک سالانہ ایک پونڈ

مشرقی پاکستان بذریعہ ہوائی ڈاک آٹھ روپے سالانہ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ طابع و ناشر نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر
دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

خداوند قدوس کا بے پایاں فضل و کرم اور اسکی توفیق ہے کہ الحق اپنی زندگی کے دو سال پورے کرکے تیسری منزل پر گامزن ہو رہا ہے۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔ الحق نے دعوتِ حق کے جادۂ مستقیم پر اپنا سفر جس بے سروسامانی میں شروع کیا تھا اسوقت وہ الطافِ غیبی اور عنایاتِ یزدانی خواب و خیال میں بھی نہ تھے جن سے خدائے غیور نے الحق کی یاوری کی۔ گو اس راہ میں سنۃ اللہ کے بموجب صعوبتیں اور دشواریاں ناگزیر ہیں۔ تاکہ کھرے اور کھوٹے کا امتیاز قائم رہے۔ لیبلوکم ایکم احسن عملا مگر استقامت اور خندہ روئی اور ہر حال میں سپاس و تشکر کامیابی کی شرط اولین ہے ؎

روئے کشادہ باید و پیشانی فراخ آنجا کہ سطمہ ہائے یداللّٰہ می زنند

یہی جذبہ، شوق اور ولولۂ دعوتِ حق ہے جس نے الحق کو اس راہِ پُرخار میں سرگرم عمل رکھا ہے اور وہ زادِ سفر رفقائے طریق کی قلت اور حالات کی ناسازگاری کا خندہ پیشانی سے سامنا کر رہا ہے۔ اس پُرخطرات سفر کی منزل و مقصد نہ تو کوئی دنیاوی منفعت ہے اور نہ کسی مادی اجر و صلہ کا حصول۔ نفع تو کیا بلکہ ایک تہائی سے زیادہ مصارف دارالعلوم ہی برداشت کر رہا ہے۔ اگر جذبہ و ولولہ ہے تو صرف یہی کہ اس ظلمتکدۂ مادیت میں حق کا یہ فانوس مقدور بھر روشنی پھیلاتا رہے۔ تاریکی جتنی شدید ہوگی اتنی ہی زیادہ قندیلوں کی ضرورت ہوگی۔ اب یہ دینی درد اور علمی احساسات رکھنے والے اصحابِ دل پر موقوف ہے کہ وہ ان فانوسوں کو جلائے رکھیں یا اسے باطل کے تلاطم خیز طوفانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔۔۔۔ مگر اُس ذات بے ہمتا کی عزت و عظمت سے تو یہی امید ہے۔ کہ جسطرح اپنی مدد سے اب تک نوازا آئندہ بھی خدا کی یہ روشنی کفر و الحاد پر خندہ زن رہے گی۔

ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا۔

یہ پرچہ دارالعلوم حقانیہ کے اجلاسِ دستاربندی کے انعقاد کے موقع پر نکل رہا ہے۔ دارالعلوم تعلیم و تربیت کے علاوہ ایک تبلیغی ادارہ بھی ہے۔ دعوت و تبلیغ کے مواقع فراہم کرنے کی خاطر مختلف وقفوں سے دارالعلوم ان اجتماعات کا اہتمام کرتا چلا آیا ہے۔ بحمداللہ اکابر علم و فضل اور اہلِ علم کی شمولیت ملک کے اطراف و اکناف سے آئے ہوئے سامعین کی کثرت اور دین کے اہم مسائل پر سیر حاصل بحث و خطاب کے لحاظ سے یہ اجتماعات نہایت مفید اور دیرپا اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔ دارالعلوم کا حالیہ اجلاس جو پانچ سال

کے وقفہ سے ہو رہا ہے۔ خداوند کریم کے فضل سے توقع ہے کہ کامیاب تر ہوگا۔ اور باہر سے بھی ۱۰،۱۵ ہزار شائقینِ دین و شریعت اس میں شریک ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے قارئین کو بھی اس محفلِ علم و عرفان کی برکات میں شریک کرانے کے لئے ہماری کوشش ہوگی کہ اجتماع میں کی گئی اہم تقاریر اگلی فرصتوں میں پیش کی جائیں۔ اس موقع پر دارالعلوم کے احوال و کوائف پر مشتمل جو رپورٹ پیش کی جا رہی ہے، ہم اپنے قارئین کو بھی اس میں (الحق کے صفحات بڑھا کر) شریک کرا رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ دارالعلوم کا یہ اجلاس ملک و ملت کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید اور مثمر برکات ثابت ہو۔ یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے ان معزز کرم فرماؤں اور قابلِ احترام مہمانوں سے بھی عفو و صفح کی درخواست کریں جن کی کما حقہ، حقِ ضیافت کوشش اور دلی جذبات کے ہوتے ہوئے بھی اپنے محدود وسائل، ذرائع کی کمی اور واردین کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے ادا نہ ہو سکے گا۔ ع

والحسن دعند کرام الناس مقبول

اس اجتماع میں بزرگوں کے ہاتھوں دارالعلوم کے جن فارغ التحصیل فضلاء کی دستار بندی ہو رہی ہے، ہم ان کی خدمت میں دلی مبارکباد اور پُر خلوص جذبات پیش کرتے ہوئے اتنا عرض کریں گے کہ یہ دستارِ فضیلت اگر مقام و منزلت کے لحاظ سے سرخروئی دارین کا تاج مرصع ہے، تو ذمہ داری اور تقاضوں کے لحاظ سے اتنی نازک ترین امانت جس کا سنبھالنا پہاڑوں، دریاؤں اور آسمانوں کے بس میں نہیں۔ یہ آپ کی مسندِ وراثت نبوت اور مقامِ دعوت پر فائز ہونے کی علامت ہے۔ اور آپکو زندگی کے ہر اجتماعی و انفرادی موڑ پر اس منصب کی لاج رکھنی ہے۔ اور وراثتِ انبیاءؑ کے تقاضوں کو نباہنا ہے۔ یہ ایک داعی اور نذیر کا مقام اور بلا خوف لومۃ لائم کلمۂ حق کہنے کا منصب ہے۔ اس علم کو مادی اجر و منفعت، طمع و حرص، خوف و لالچ اور نفاق و مداہنت کی آلائشوں سے پاک رکھنا ہے۔ پھر اس عہدِ ظلمات نے تو آپکی ذمہ داریاں اور بھی نازک بنا دی ہیں۔ نبوت چونکہ آقائے دوجہاں سرورِ کائنات علیہ السلام پر ختم ہو چکی ہے۔ اسلئے کارِ نبوت یعنی دعوت الی اللہ، امر بالمعروف، تغییرِ منکر، احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا فریضہ امت کی اس جماعت ہی کو ادا کرنا ہے جسے اسکے پیغمبرؐ نے انبیاء بنی اسرائیل کے مشابہ ٹھہرایا۔ (علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) ان تقاضوں کی رو سے یہ دستار صرف پھولوں کی سیج نہیں بلکہ کانٹوں کا ڈھیر بھی ہے۔ ہمارے امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ النعمانؒ نے فارغ ہونے والے اپنے ممتاز تلامذہ کے اہم مجمع میں الوداعی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

" اللہ کا واسطہ اور علم کا جو حصہ آپکو ملا ہے اس علم کی عظمت و جلالت کا حوالہ دیتے ہوئے آپ لوگوں سے میری یہ تمنا ہے کہ اس علم کو محکوم ہونے کی ذلت سے بچاتے رہنا ۔۔۔ آگے چلکر فرمایا ۔۔۔ امام (مسلمانوں کا حاکم

اور ایسا) اگر مخلوق خدا کیساتھ کسی غلط رویہ کو اختیار کرے تو اس امام سے قریب ترین عالم کا فرض ہوگا کہ اُس سے بازپرس کرے (موضوع ج ۲ ص ۔۔) "

حضرت الامام کے ان کلمات میں ہم سب کے لئے مقام نصیحت ہے۔ اب یہ آئینہ ایسے حالات پر ہے کہ اس آزمائش اور امتحان میں کون پورا اترتا ہے ۔۔۔۔

یہ جگر پاش خبر پڑھیئے اور ایک اسلامی مملکت (جو محافظ حرمین الشریفین کہلاتی ہے) کی دینی بے حسی اور بے حمیتی کا بھی جی بھر کر ماتم کیجئے ۔ پچھلے دنوں مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے اور قادیانیوں کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد نے یورپ کا جو دورہ چوہدری ظفر اللہ خان کی معیت میں کیا۔ اور اس دورے کو "تبلیغ اسلام" کے لئے جہاد کی صورت میں پیش کیا گیا۔ اس دورے کی فلم بطور خاص سعودی عرب میں ٹیلی ویژن پر دکھائی گئی ہے (المنبر۔ لائل پور) ۔۔۔ ادائیگی حج کے نام سے مرزائیوں کا سرزمین حجاز میں داخلہ پھر وہاں اونچی سطح پر کانفرنسیں اور اسکے بعد یہ تیسری لرزہ خیز خبر اُس سرزمین کے بارہ میں ہے جسکی فضاؤں میں نبی آخر الزمانؐ کی زبان مبارک سے انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی۔ (میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں) کی صدائیں گونجیں اور جس مملکت کی موجودہ دارالحکومت کے گردو نواح میں خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبرؓ نے ایک لشکر جرار کے ذریعہ کذابین کے سرخیل مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ گمراہی اور منکر ہر جگہ قابل نفرین ہے، خواہ ارض حجاز میں ہو یا مصر و شام میں۔ پھر یہ کیا اندھیر ہے۔ کہ مصر کے مجرم تو یہود و نصاریٰ تک کی صفوف میں کھڑے کئے جائیں۔ اور مرکز اسلام میں ناموس محمدیؐ سے کھیلنے کی جسارت پر سانپ سونگھ جائے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہمیں کہنے دیجئے کہ سعودی حکمرانوں نے سیدنا صدیقؓ کے شیوہ کو چھوڑ کر ملک کو مسیلمہ کذاب کی راہوں پر ڈال دیا ہے۔ اور پورے عالم اسلام کو فتنے کے آغاز ہی میں سختی سے ان امور کا نوٹس لینا چاہیئے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

جلسہ کی کامیابی کیلئے دعائیں

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند کا مکتوب گرامی

حضرت المحترم المعظم دامت معالیکم

سلام مسنون نیاز مقرون ۔ مکرمت نامہ نے سرفراز فرمایا ۔ آپ حضرات سے ملنے کو تو دل بھی تڑپتا ہے ۔ جیسا کہ پیاسے کا دل پانی کیلئے تڑپ سکتا ہے ۔ حاضری میں دیری کسی تساہل کی بنا پر نہیں بلکہ مجبوری کی بنا پر ہے ۔ ایسے پابند لوگوں پر کسی جلسہ کا توقف سوائے اس کے کہ آپ حضرات کی محبت و خلوص کا مرتبہ ہوگا ۔ اور کیا عرض کیا جا سکتا ہے ۔ میرے بس میں ہو تو میں اڑ کر حاضر ہو جاؤں ۔

اس کے سوا جو تاریخیں تجویز فرمائی گئی ہیں ۔ وہی تاریخیں بمبئی میں میرے نواسے کی شادی کی ہیں جس میں سب اہل خانہ جانے والے ہیں ۔ اسلئے رجب کا پہلا عشرہ اس میں معروف رہیگا ۔ لیکن اس کے باوجود اگر میرے بس کا ہوتا تو میں خود تاخیر کیلئے عرض کرتا ۔۔ اس لئے جلسہ میں احقر کی دعائیں شرکت کر سکتی ہیں ۔ اگر خدا تعالیٰ نے کسی موقعہ پر حاضری سہل فرما دی تو میں حاضر ہو کر مستقل جلسہ کر لونگا ۔ صاحبزادہ سلمہ کو دعا ۔ اور حضرات اساتذہ کی خدمات میں سلام مسنون ۔ اللہ تعالیٰ جلسہ کو کامیاب فرمائے جلسہ میں اگر [illegible] حضرات آئیں تو میرا سلام پکار دیا جائے ۔

عزیزان سالم و اسلم سلام عرض کرتے ہیں ۔

والسلام

محمد طیب از دیوبند

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ

کمیونزم اور اسلام

اکتنازیت (سرمایہ داری) — اشتراکیت — اسلامی اعتدالیت

معاشی نظریات علم پر ناقدانہ نظر اور معاشیات کا تاریخی پس منظر

"پیٹ اور رزق" عصر حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ ہے گویا ڈیڑھ بالشت پیٹ اور معدہ نے پوری دنیا اور اسکی اخلاقی اور دینی اقدار کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ کمیونزم، سرمایہ داری، سوشلزم وغیرہ خوش نما ناموں کے ذریعہ اسے سلجھانے کی سعی کی جارہی ہے۔ مگر مسئلہ نہ صرف اپنے حال پر قائم بلکہ دن بدن الجھتا جارہا ہے۔ اگر ایک طرف مغربی سرمایہ دارانہ نظام کا عفریت "انسانیت" کو ہڑپ کر رہا ہے تو دوسری طرف مشرق کی اشتراکیت اپنے حقیقی رنگ و روپ میں سامنے آرہی ہے۔ جو مساوات کے پردہ میں استحصال، اجتماعی سرمایہ داری اور استبداد و استعمار کے سوا کیا ہے؟ ایک مرکوز اور جابرانہ نظام، زرعی صنعتی غرض انسان کی ہمہ جہتی ترقی میں زبردست رکاوٹ کے سوا اور کیا ہے۔؟ اشتراکیت یورپ کی غیر فطری معاشیات کا ردّ عمل تھا۔ مگر دم توڑتی ہوئی اشتراکیت کا ردِ عمل کتنا شدید اور ہولناک ہوگا۔؟ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جن لوگوں کی نظر اسلام کے معتدلانہ نظامِ معیشت اور فطری اقتصاد کے بارہ میں بالکل سطحی ہے۔ یا جو اپنی فکری کج روی، اور سلامت طبع سے محرومی کی بناء پر اسلام کے بارہ میں ارتیابیت یا لا ادریت کا شکار ہیں۔ ان کی نگاہیں بھی ان غیر فطری نظامہائے معیشت کی طرف اٹھتی ہیں۔ فکرِ سلیم سے محرومی کی وجہ سے نگاہوں پر خول چڑھ گئے ہیں۔ اس کے اندر سے جھانک کر کوئی مغربی اکتنازیت کو اسلام سمجھ بیٹھا ہے۔ اور کوئی کمیونزم کو اسلام کے معاشی تقاضوں کی تکمیل سمجھ رہا ہے۔ اس وقت جبکہ پاکستان اور دیگر اسلامی حصوں میں سوشلزم، شیوعیت اور اشتراکیت

یا سرمایہ داری وغیرہ کا فرانہ اقتصادی نظاموں کو "اسلامیانے" کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ اپنے معزز قارئین کے سامنے "معاشیات پر خالصۃً اسلام کا معتدلانہ نقطۂ نظر پیش کر دیں۔ اس مقصد سے حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ کو توجہ دلائی گئی۔ قلم ازلی نے حضرت موصوف کو علمی تبحر، تعمق، نقابت اور قوت استحضار اور حافظہ کے ساتھ موجودہ معاشی علوم اور معاشرتی مسائل پر بھی گہری بصیرت عطا فرمائی ہے۔ انہوں نے ہماری درخواست قبول فرما کر مشاغل کثیرہ کے باوجود اس مسئلہ پر قلم اٹھائی اور موجودہ معاشی نظاموں، ان کے تاریخی پس منظر، عواقب پھر ان کے ساتھ اسلام کے موازنہ وغیرہ امور پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ جزاھم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین حضرت مولانا اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں۔

"الحق کیلئے کمیونزم اور اسلام کا مضمون سخت مشغولیت کے باوجود لکھ رہا ہوں۔ میں نے عالمی معاشی نظریات کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱۔ اکتنازیت یعنی سرمایہ داری نظام معیشت۔
۲۔ اشتراکیت یعنی شیوعی نظام معیشت۔ اوّل مغربی بلاک کا نظام ہے۔ اور دوم مشرقی بلاک کا۔
۳۔ اعتدالیت یعنی اسلام کا اعتدالی معاشی نظام" ——— ہماری کوشش ہوگی کہ یہ گرانمایہ مضمون کم سے کم اقساط میں شائع ہو سکے۔ توقع ہے کہ ملک کے ارباب فکر اور دانشور حضرات اسے دلچسپی اور غور و فکر سے پڑھیں گے۔ ——— (سمیع الحق) ———

★

وسائل معاش اور ضروریات کی تحصیل انسان کے سادہ دور میں نہایت آسان اور سہل تھی۔ درختوں کے پھل اور شکار بری و بحری کے گوشت اور سادہ لباس اور معمولی خیموں جھونپڑوں اور کچے مکانات اور لکڑی، چمڑے، ٹھیکرے کے معمولی ظروف اور برتنوں پر انسانی زندگی کا مدار تھا جو نہایت آسان اور سہل الحصول تھے۔ جس کے لئے نہ وسیع سرمایہ کی ضرورت تھی اور نہ اس کے لئے حب مال اور حرص کے شدید جذبے کی ضرورت تھی۔ اور نہ ہی اس کے لئے اقوام عالم میں باہمی تصادم و تنازع کا کوئی اندیشہ تھا اور نہ ہی حرص شدید کی تشنگی بجھانے کے لئے دوسرے ملک پر قبضہ کرنے کی ضرورت تھی تاکہ استحصال اور استعمار کی نوبت آتی۔ اس سادہ طرز حیات کے بعد تمدن وجود میں آیا اور اس نے بڑھتے بڑھتے دور حاضر میں ارتقائی شکل اختیار کی جسکی وجہ سے معاشی ضروریات اور حاجات کا دائرہ اس قدر وسیع ہو گیا کہ اس دور کے ایک متمدن انسان کی ضروریات کا خرچ سادہ دور حیات کے سو افراد کی ضروریات کے خرچ کے برابر ہونے لگا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ تمدن زندگی

کا ہر فرد بیش از بیش سرمایہ فراہم کرنے کے لئے جدوجہد کرنے لگا جس سے سادہ زندگی عیاشانہ زندگی میں اور کفایت شعاری اور قناعت، اسراف اور حرص میں تبدیل ہوئی جو آگے چل کر سرمایہ دارانہ نظام حیات کے لئے سنگ بنیاد بنا۔ عیاشانہ زندگی نے مختلف دوائر میں اپنا عمل ظاہر کیا۔

۱۔ ماکولات | خوراک کے سلسلے میں تعیش نے ظہور کیا اور مختلف الاقسام کھانے وجود میں آئے۔ اور ان کے لئے مختلف ظروف اور برتن ایجاد ہوئے اور میز پر انکو ترتیب کیساتھ رکھنے کے لئے بڑی تنخواہوں کے ماہر الفن ملازم رکھنے پڑے جن کی تنخواہ بعض ملکوں میں پانچ ہزار ماہوار تک پہنچی۔ جو چرچل سابق وزیر اعظم برطانیہ کی تنخواہ کے برابر ہے۔

۲۔ مشروبات | تعیش نے پینے کے دائرہ میں بھی توسیع کی اور شراب کے علاوہ سینکڑوں قسم کی بوتلیں استعمال میں آتے لگیں۔ اور شراب نوشی میں حد سے زیادہ اضافہ ہونے لگا۔

۱۔ امریکہ کے صرف ایک مشروب یعنی شراب کا سالانہ خرچ نو ارب پندرہ کروڑ ڈالر ہے۔ دیکھئے نیویارک کی سرکاری رپورٹ مندرجہ میزان کوئٹہ ۱۹ر جولائی ۱۹۵۲ء۔

۲۔ ملکہ الزبتھ دوم کے ایک محفل تاجپوشی میں ۴۴ کروڑ روپے کی شراب صرف ہوئی ۔۔ دیکھئے رپورٹ مندرجہ امروز ۳ر جون ۱۹۵۳ء اور عام طور پر انگلستان میں سالانہ شراب نوشی پر چار ارب چوہتر کروڑ کی رقم خرچ ہوتی ہے۔ سچ ۳ر مئی ۱۹۳۷ء

۳۔ ملبوسات وغیرہ | مردانہ اور زنانہ ملبوسات میں تمدن حاضر کی برکت سے وہ اضافہ ہوا کہ انسان اور کتوں کے علاوہ بیجان دیواروں کی آرائش کو بھی بیش قیمت کپڑوں سے سجایا گیا۔ اور اسکو تمدن کا لازمی جزو سمجھا گیا۔ ملبوسات کے علاوہ انگلینڈ کی عورتوں کا صرف عطریات کا سالانہ خرچ چھ کروڑ اٹھارہ لاکھ پونڈ ہے۔ انجام ۳ر اگست ۱۹۵۰ء۔ امریکہ میں کتوں کے کھلوں اور تفریح پر سالانہ ۵۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر کی رقم خرچ ہوتی ہے۔ نقاد لاہور جولائی ۱۹۵۳ء۔ برطانیہ کا سالانہ خرچ تفریح ایک ارب ۵۲ کروڑ پونڈ ہے۔ زمیندار ۲ر فروری ۱۹۵۱ء۔

۴۔ مسکن اور غیر فطری ذرائع معاش | سرمایہ داروں نے تسکین خواہشات کے لئے وہ عمارتیں بنائیں اور ان پر وہ گراں بہا رقومات صرف کی گئیں کہ جو انسانی آبادی کے بڑے حصہ کی ضروریات حیات کیلئے کافی ہوسکتی تھیں۔ اس کے علاوہ سرمایہ دار افراد نے اپنی تسکین شہوت کیلئے زنا کی دلالی اور رقص و سرود کے وہ پیشے ایجاد کئے جس نے صنف نازک کے ایک بڑے طبقے کو معاشرے کے ضروری کاموں سے کاٹ کر ان غیر فطری اور مخرب اخلاق پیشوں میں لگا دیا۔ بلکہ

سرمایہ داروں کی مزید تسکین کیلئے افسانہ نویسی، مسخرہ گوئی اور سینماؤں کی فحش تصاویر کی دنیا بھی وجود میں آئی۔ یہاں تک کہ مسلمان بھی اسکی نقل اتارنے میں فخر محسوس کرتے ہیں جسکو دیکھ کر اقبال مرحوم کو یہ کہنا پڑا ہے ۔

وہی بُت فروشی وہی بت گری ہے سینما ہے یا صنعت آذری ہے
وہ مذہب تھا اقوام عہد کہن کا یہ تہذیب حاضر کی سوداگری ہے

ایک مشہور مسخرے چارلی چپلن کی آمدنی تمام ملکوں کے وزیر اعظموں سے زیادہ تھی ۔۔۔۔۔۔

۵۔ قماربازی اور سگریٹ نوشی | سرمایہ دار تمدن کی تسکین شہوت جب امور بالا سے پوری نہ ہوئی تو تمدن حاضر نے قماربازی کی مختلف شکلوں کو جزء زندگی بنا دیا۔ چنانچہ سرکاری رپورٹ کے مطابق یورپی دنیا صرف قانونی جوا بازی پر ہر سال تیس ارب ڈالر کی رقم خرچ کرتی جو ایک کھرب روپے سے زیادہ ہے۔ اور جس سے پوری دنیا کی آبادی کئی سال تک پل سکتی ہے۔ غیر قانونی جوا اس کے علاوہ ہے۔ دیکھئے کوہستان ۳۰ دسمبر ۱۹۵۵ء ۔۔۔۔۔ تمدن حاضر کی برکت سے امریکہ میں سالانہ ۴ کھرب ۳۳ ارب سگریٹ خرچ ہوتے ہیں۔ جاپان میں نو ارب۔ برطانیہ میں ایک کھرب گیارہ ارب۔ فرانس میں ۳۶ ارب۔ مغربی جرمنی اور اٹلی میں ۳۶ ارب۔ میکسیکو میں ۲۷ ارب اسی کروڑ۔ کینیڈا میں ۲۱ ارب۔ جنوبی کوریا میں ۱۴ ارب تیس کروڑ۔ فلپائن میں ۱۳ ارب ۳۰ کروڑ صرف ہوتے ہیں۔ دیکھئے رپورٹ مندرجہ انجام ۱۰ فروری ۱۹۵۵ء جسکی قیمت کم از کم پچاس ارب ۵۲ کروڑ پچاس لاکھ روپے ہے۔ جو یقیناً پوری دنیا کی ضروریات کیلئے کافی ہیں۔ لیکن یہ رقم سگریٹ کی شکل میں آگ میں پھونکی جاتی ہے۔ پھر بھی وہ عقلمند کہلاتے ہیں نہ دیوانے۔ لیکن اگر ایک آدمی صرف پانچ روپے کا نوٹ آگ میں جلا دے تو بالاتفاق دیوانہ کہلائے گا۔ ع۔

ببیں تفاوت راہ از کجا ہست تا بہ کجا

ملک گیری اور استعمار | سرمایہ دارانہ نظام کے مذکورہ شیطانی اخراجات کے لئے چونکہ ملکی آمدنی کافی نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ نظام استعمار کو جنم دیتا ہے۔ تاکہ دیگر ممالک کی پیداوار پر قبضہ کرکے ان اخراجات کو پورا کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ ان کے اپنے ملک میں اپنی مصنوعات کی مانگ محدود ہوتی ہے۔ اسی لئے ایسے سرمایہ دار ممالک ان زوائد مصنوعات کو فروخت کرنے کیلئے دیگر ممالک میں منڈیاں تلاش کرتے ہیں۔ تاکہ اپنی مصنوعات نفع بخش تجارت سے اپنی عیاشانہ ضروریات کو پیدا کر سکیں۔ اسی قسم کی جدوجہد چونکہ ہر سرمایہ دار

ملک کرتا ہے۔ اسی لئے ہر حکومت چاہتی ہے کہ دوسرے ممالک کو وہ استعمار کی صورت میں زیر اثر رکھ کر اپنی تجارت کو فروغ دے سکے۔ اور ان مستعمرات کو اپنی مصنوعات کیلئے مختص کر سکے دیگر ممالک پر درآمد کا محصول بڑھا دے تاکہ انکی اشیاء کی قیمت نسبتاً زیادہ ہو۔ اور اپنی مصنوعات کا محصول برائے نام ہو۔ تاکہ سستا ہونے کی وجہ سے زیادہ مقدار میں انکو فروخت کیا جا سکے۔ ان استعماری مقاصد کی کشمکش میں اکثر جنگ کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ اور استعماری قومیں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں۔ اسی لئے استعمار جنگ کو جنم دیتا ہے۔ اور استعماری قوتوں میں آلات حرب کی تیاری کی دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ سرمایہ جنگ کے سامان پر خرچ ہونے لگتا ہے جو ضروریات حیات ہی کیلئے مخصوص تھا۔

آلات حرب کی تیاری میں صرف دولت

نظام سرمایہ داری کے تحت ہر مملکت اپنی قوت میں اضافہ کرتی ہے۔ تاکہ دوسرے ممالک ان کے استعماری مقاصد میں خلل انداز نہ ہوں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کی دولت کا اکثر حصہ گولا بارود کی شکل میں آگ میں پھونک دیا جاتا ہے۔ اور اقوام عالم کی معاشی حالت کمزور ہو جاتی ہے۔ اس وقت استعماری حکومتوں کے جنگی اخراجات حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ لیکن سو دو سال پیشتر کے جنگی اخراجات بھی کچھ کم نہیں۔ ۱۹۵۲ء میں امریکہ کا جنگی بجٹ نوے کھرب ڈالر تھا۔ کوثر ۵ر اپریل ۱۹۵۲ء۔ جس سے صدیوں تک پوری انسانی آبادی کی ضروریات پوری کی جا سکتی تھیں۔ امریکہ نے اتنی بڑی دولت کو خیالی استعماری مقاصد کے لئے صرف کیا یا نذر آتش کیا۔ نوے کھرب ڈالر کی بجائے اگر ایک انسان صرف نوے روپے کے نوٹ آگ میں جھونک دے تو سب لوگ اس کو پاگل سمجھنے پر متفق ہوں گے۔ لیکن نوے کھرب ڈالر برباد کرنے والے امریکہ کو کوئی پاگل نہیں سمجھتا۔ بلکہ سب اس کو عقلمند قرار دیتے ہیں۔ ان ھذا الاشئ عجاب۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جنگ کے سامان پر رقم صرف نہ کی جائے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جنگ برائے ظلم پر رقم خرچ نہ ہو۔ کہ ایسی جنگ بڑا انسانی جرم ہے۔ نہ جنگ برائے اقامت عدل کہ وہ درحقیقت بڑی انسانی خدمت ہے۔ اور اس سے عالمی حقوق کے تحفظ کا راز مضمر ہے ؎

جنگ شاہان جہاں غارتگری است جنگ مومن سنت پیغمبر است

سرمایہ دارانہ جذبہ اور سود

سرمایہ دارانہ نظام کے تحت آجکل سودی کاروبار کی جو وسعت نظر آرہی ہے، اسکی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں

مل سکتی۔ سرمایہ دارانہ نظام نے سودی کاروبار کو جزء زندگی بنا دیا ہے۔ یہاں تک کہ سرمایہ دار ملکوں میں کسی محتاج ترین فرد کو پانچ روپے بلا سود بطور قرضہ نہیں مل سکتے۔

اب ہم اکتنازیت اور سرمایہ دارانہ نظام کے وہ نقصانات اور تباہیاں مختصر طور پہ بیان کرتے ہیں۔ جو اس نظام کی بدولت مہلک جراثیم کی شکل میں انسانی معاشرے میں پیوست ہو چکے ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کی دینی تباہی

زوالِ محبت الٰہیہ۔ دین کی روح یہ ہے کہ دل میں اللہ کی محبت راسخ اور مضبوط ہو اور قلب پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف جھکے۔ اس جھکاؤ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ دل پر اللہ کی عظمت اور مخلوقِ خدا کی شفقت کا رنگ چڑھتا ہے۔ اس سے اللہ اور انسان کے حقوق کے تحفظ کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پوری زندگی الٰہی ہدایات کے قالب میں ڈھل جاتی ہے۔ لیکن سرمایہ داروں کی محبت کا رخ مال اور سرمایہ بڑھانے کیطرف پلٹ جاتا ہے۔ اور ان کی پوری زندگی سرمایہ میں اضافہ کرنے کیلئے وقف ہوتی ہے۔ اور اللہ اور اسکی مخلوق سے محبت کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بلکہ حیوانات کیطرح کسی پابندی کو قبول کئے بغیر وہ سب کچھ کر ڈالتا ہے جس سے اس کے سرمایہ میں اضافہ ہو۔ خواہ سود ہو، خواہ رشوت، خواہ غصب و قماربازی۔ گویا سرمایہ اس کے لئے دین سے بغاوت کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ کلا ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی۔ یوں نہیں بلکہ انسان اللہ کے قانونِ انصاف کا باغی بن جاتا ہے۔ جب وہ غنی بن جاتا ہے۔

زوالِ محبتِ انسانیہ

تکمیل انسانیت کے لئے انسان کو اللہ اور دیگر انسانوں کیساتھ ارتباط ضروری ہے جسکی بنیاد محبت پر قائم ہے۔ جب سرمایہ کی محبت غالب آجاتی ہے۔ تو یہ اللہ اور بنی نوع انسان دونوں کی محبت کو ختم کر دیتی ہے۔ جسکی وجہ سے الٰہی اور انسانی حقوق کی ذمہ داری کا احساس فنا ہو جاتا ہے۔ اور فرد کا رشتہ محبت جماعت سے کٹ کر شخصی مفاد غالب ہونے کی وجہ سے اس سے معاشرے میں بیشمار مفاسد پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ محبت کا تقابلی فلسفہ یہ ہے کہ جب ایک شئے کی محبت میں حد سے زیادہ اضافہ ہو تو اسی تناسب سے دوسری شئے کی محبت میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ بالتدریج اسکی محبت فنا ہو جاتی ہے۔ ایک شخص کی دو بیویاں ہوں تو جب ایک کی محبت زیادہ ہو جاتی ہے۔ تو دوسری بیوی کی محبت میں لامحالہ کمی آئیگی۔ اسی فلسفہ کے تحت سرمایہ دار پر حب ذات و مال غالب آجاتی ہے۔ اور حب انسان مغلوب ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دیگر انسان کی محبت اگر

کسی وقت اس کے دل میں پیدا ہو تو وہ بھی جبکہ اس انسان سے اسکو کوئی غرض اور نفع وابستہ ہو یہ بالواسطہ محبت درحقیقت حب انسان عمومی نہیں، بلکہ حب ذات ہے۔ کہ اسکی ذات کا کوئی فائدہ اس سے وابستہ ہوا ہے۔ ورنہ اس کا دل ذاتی مفاد کے سوا کسی طرف پلٹتا نہیں، نہ خدا کی طرف، نہ بنی نوع انسان کی طرف۔ تو درحقیقت اس کا دل قلب ہی نہ رہا۔ کیونکہ قلب اور دل کا کام پلٹنا ہے۔ وما سمی الانسان الا بانسہ وما القلب الا انہ یتقلب۔ جب اُنس اور محبت اور دل کا دوسرے کے مفاد کیطرف پلٹ جانا ایک انسان میں باقی نہ رہے تو وہ درحقیقت انسان ہی نہ رہا۔ اگرچہ اسکی صورت انسانی ہو۔ جیسے کاغذی گھوڑا گھوڑے کی صورت رکھنے کے باوجود حقیقی گھوڑا نہیں کہلاتا۔ اسی طرح حب مال میں رنگا ہوا آدمی انسانی صورت رکھنے کے باوجود حقیقی انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔ بقول عارف رومی ؎

آنچہ می بینی خلاف آدمی اند نیستند آدمی غلاف آدم اند

سرمایہ دارانہ نظام کی اخلاقی تباہیاں

اس نظام سے اخلاق فاضلہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور اخلاقِ رذیلہ کا استحکام پیدا ہوتا ہے۔

انسانیت کے بلند اخلاقی اقدار حسب ذیل ہیں :——

۱۔ ایثار —— یعنی اپنے مفاد کو دوسرے انسانوں کے مفاد پر قربان کر دینا۔

۲۔ رحمت و شفقت —— یعنی دوسرے انسانوں کی حاجت مندی اور دکھ سے متاثر ہونا اور اس تاثر کے تقاضا پر عمل کرنا۔

۳۔ ہمدردی جسکو عربی میں نصیحت کہتے ہیں، جسکا معنی ہے دوسرے انسانوں کے نفع و ضرر کو اپنا نفع و ضرر سمجھنا اور اس کے مقتضیٰ پر عمل پیرا ہونا۔

۴۔ شجاعت یعنی بہادری جس سے انسانیت کے بلند ترین مقاصد کیلئے جان کی قربانی دینا۔

۵۔ سخاوت۔ بنی نوع انسان کی حاجت روائی کیلئے مال کو قربان کر دینا یہ وہ بنیادی اخلاق ہیں جن کے حسن و خوبی پر اقوام عالم متفق ہیں۔ اور جن کو انسان کے فطری کمالات سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ وہ روشن خوبیاں ہیں، جو تمام انبیاء علیہم السلام کے متفقہ ہدایات کا لب لباب ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام سے انسان جس سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ اس میں ان اخلاق پنجگانہ کے لئے گنجائش باقی نہیں رہتی ——

ایثار

سرمایہ دار جب اپنے محتاج بھائی کو بلا سود ایک کوڑی نہیں دے سکتا۔ تو اس میں ایثار کہاں سے آئیگا۔ بلکہ ایثار کی جگہ سرمایہ دارانہ نظام نے اس کے دل میں حرص

اور شخصی مفاد کا جو تخم بو دیا ہے۔ اس کے جذبۂ حرص کا تقاضا تو یہ ہے کہ فقر و افلاس، محتاجی اور مصیبت اور بڑھے تاکہ سودی کاروبار خوب چمکے۔

شفقت اور رحمت اور سرمایہ داری

ایسا شخص جسکو سرمایہ دارانہ نظام نے سود کا خوگر بنا دیا ہے۔ اور وہ افزائش دولت کے جذبہ سے سرشار ہے۔ وہ اپنی کامیابی اسی میں منحصر سمجھتا ہے کہ فقراء اور محتاجوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو تاکہ سودی بازار کی خوب چلت ہو۔ اور عوام کی محتاجی سے فائدہ اٹھا کر دولت میں اضافہ کیا جا سکے۔ چور ڈاکو کے لئے یہ ممکن ہے کہ کسی وقت اس کا دل بدل جائے اور شفقت و رحمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر چوری اور ڈاکہ چھوڑ دے۔ لیکن سود خور کی سود خوری سے باز آجانا اور تائب ہو جانا ممکن نہیں۔ خاصکر جب قانون وقت میں وہ جرم بھی نہ ہو۔ اس لئے سود خور کا دل انسانی شفقت و رحمت سے خالی ہوتا ہے۔

ہمدردی اور خیر خواہی

جس سرمایہ دار کی روزی اور نفع اندوزی دوسروں کی مصیبت، غربت و افلاس پر مبنی ہو اس میں ہمدردی کا جذبہ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔ ہمدردی کا معنی تو یہ ہے کہ دوسروں کا نفع اپنا نفع اور دوسروں کا ضرر اپنا ضرر سمجھیں۔ لیکن یہاں تو بقول متنبی دوسروں کی مصیبت کو وہ اپنا فائدہ سمجھتا ہے۔ ع۔۔۔ مصائب قوم عند قوم فوائد۔

(باقی اگلے شمارے میں)

ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور مالکیت

نماز — زکوٰۃ — روزہ — حج — قربانی جس کے مظاہر ہیں

خطبہ جمعۃ المبارک ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ

محترم بزرگو ! قرآن مجید تمام عالم کی رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہے۔ مسلمان قوم اگر دنیا میں عزت مند اور کامیاب ہوئی تو قرآن کی بدولت ہوئی۔ آج بھی ہم قرآن مجید کی نعمت کی برکت سے سرخرو ہو سکتے ہیں۔ اگر قرآن مجید کی روشنی میں قدم بڑھائیں۔ ہم نماز کی ہر رکعت کی سورۃ فاتحہ میں

نماز میں مغربی تہذیب سے پناہ

اھدنا الصراط المستقیم کی دعا مانگتے ہیں۔ کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا دے آگے کہتے ہیں ، صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔ اے اللہ ہمیں راستہ ان لوگوں کا بتلا جن پر تیری نعمت ہے یعنی انبیاء ، صدیقین ، شہداء ، صالحین جن پر خداوند کریم کا انعام واکرام نازل ہوا ہے ۔ اور ان لوگوں کی راہ سے بچاؤ جن پر تیرا غضب اترا ہے ۔ اور جو قومیں گمراہ ہو کر سیدھے راستے سے بھٹک چکی ہیں — تقریباً تمام مفسرین مغضوب علیھم اور ضالین کا مصداق یہود و نصاریٰ بیان کرتے ہیں۔ یہی یہود و نصاریٰ آجکل مغربی تہذیب کے علمبردار ہیں۔ خاص طور سے امریکہ اور برطانیہ — اللہ تعالیٰ علیم ، خبیر ، عالم بماکان ومایکون ہیں۔ انکو معلوم تھا کہ امت محمدیؐ کے لئے سب سے بڑا فتنہ یہی تہذیب ثابت ہو گی۔ اور مسلمانوں کو خدا سے برگشتہ کرنے والی قوم یہی یہودی اور عیسائی بنیں گے ۔ آج ہماری تہذیب و تمدن ، لباس و پوشاک ، کھانا پینا ، تجارت ، زمینداری تعلیم اور ملازمت سب یورپی تہذیب میں رنگے ہوئے ہیں۔ جو ضالین یعنی عیسائیوں کی تہذیب ہے۔ عیسائی اتوار کے دن گرجا جاتے ہیں۔ ہم میں سے

اکثر ان سے دو قدم آگے ہیں۔ سال بھر میں صرف عید کے دن ممکن ہو تو عید گاہ میں چلے جائینگے۔ گویا عیسائیوں اور بھنگیوں سے بھی نیچے ہو گئے۔ جمعہ کی عبادت بھی چھوڑ دی، عید کی تقریب بھی۔ میلہ، تھیٹر اور سینما اور جوا بازی کے لئے مخصوص کی گئی، جو یہود و نصاریٰ کی تقریبات کا حال ہے۔ گویا مذہب بھی ان کے طرز طریقے پر ہے وہ کھڑے ہو کر کھانا کھائیں تو ہم بھی۔ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کریں تو ہم بھی۔ وہ بے حیا رہو جائیں تو ہم بھی بے حیا ہوئے۔ اور جتنا بے حیا ہوئے اتنا ہی کامیاب، جنٹلمین، مہذب کہلائے۔ گویا معاشرہ میں قدر و عزت والا وہ ہے جو پورا فرنگی طرز پر ہو۔ حالانکہ یہود و نصاریٰ وہ اقوام ہیں جن کے ہاتھوں تاحیات مسلمان لغزش کھاتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہمیں راہ راست سے ہٹا کر ہلاکت و بربادی کی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔ اس لئے خدا نے پہلے سے پنج وقتہ نمازوں کی ہر رکعت کے لئے جو دعائیں ہمیں تلادیں ان میں بنیادی بات یہی یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں سے بچنے کی دعا ہے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اسے بار بار دہرانے کا حکم ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو ہر وقت تنبیہ ہوتی رہے کہ ان مغضوب علیہ اور گمراہ اقوام کی تقلید اور پیروی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ پھر ہر رکعت میں

عبادت کس ذات کی زیبا ہے؟

خداوند کریم سے ہمارا یہی وعدہ ہوتا ہے کہ ایاک نعبد کہ ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں۔ نہ بت پرست ہیں نہ آتش پرست نہ یہود و نصاریٰ کیطرح دیگر مادی اشیاء کو اپنا معبود بنانے والے ہیں عبادت تو اس ذات کی ہوگی جو ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک ہو۔ اور وہ اللہ رب العزت ہی ہے۔ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر۔ (تو کہہ اے رسول اللہ ملک و سلطنت کا مالک ہے۔ تو ہی جسکو چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے۔ بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے)

اگر ساری مخلوقات جمع ہو کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور خدا کو منظور نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے اور اگر ساری مخلوقات ضرر اور نقصان پہنچانا چاہے، اور خدا کو منظور نہ ہو تو نہ پہنچا سکے۔ پس لازم ہے کہ ایسے مالک کی عبادت کی جائے — اس واسطے ہم اللہ ہی کی عبادت کا عہد ایاک نعبد سے کرتے ہیں۔ اس عبادت کے کئی مظاہر ہیں۔ اور سب سے بڑی عبادت اور اس کا مظہر اتم نماز ہے۔ نماز میں جتنی عجز و تواضع اور اظہار عبدیت اور احتیاج ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ

کی عظمت اور استغناء کا جتنا اعتراف ہوتا ہے۔ اسطرح کسی اور عبادت میں نہیں ہو سکتا۔ تو مسلمان اپنی عاجزی اور انتہائی تواضع اور تذلل اور ادب و احترام کا اظہار نماز میں اللہ ہی کے سامنے کرتا ہے۔ کہ اے اللہ میں ایک قیدی محکوم، اور غلام ہو کر تیرے سامنے دست بستہ حاضر ہوں جیسے تیرا حکم ہوا ایسا ہی کرتا ہوں، جھکتا ہوں، کھڑا ہوتا ہوں، کبھی رکوع، کبھی سجدہ کبھی قعدہ میں ہوتا ہوں۔ جو بندگی کے اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔۔۔ بندہ خداوند کریم کی عظمت اور اس کے جلال کے سامنے انتہائی تذلل اختیار کرتا ہے۔۔۔ اس وجہ سے نماز خداوند تعالیٰ کی صفت جلال کا مظہر ہے۔ وہ بادشاہ ہے، مالک ہے، نفع و نقصان اور تمام قوت و طاقت کا۔۔۔ اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اتعبدون من دون اللہ مالا ینفعکم ولا یضرکم شیئا۔ (کیا تم عبادت کرنے لگے ہو اس چیز کی جو نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان) ایک انتہائی وفادار غلام بھی اپنے آقا کے سامنے ایسے ادب و تعظیم سے پیش نہیں ہو سکتا جسطرح مسلمان نماز میں پیش ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و سلطنت حشمت و عزت کا تقاضا ہے کہ پورے ادب کا مظاہرہ کریں۔۔۔ تو نماز مظہر جلال بھی ہے۔۔۔

زکوٰۃ

قاعدہ ہے کہ آقا وفادار خادم کو خزانہ کا امین مقرر کرتا ہے۔ مسلمان نے نماز کی شکل میں جب وفاداری کا حلف اٹھایا تو خدا نے خزانہ بھی اس کے سپرد کر دیا۔۔۔ قرآن مجید میں اقیموا الصلوٰۃ کے بعد اتوا الزکوٰۃ کا حکم ہے۔ جسکی باہمی مناسبت یہی ہے۔۔۔ معلوم ہوا کہ جو صحیح نمازی ہوگا وہ مالدار بھی ہوگا۔ مال کا مالک رب العزت ہے۔ اور بندہ امین و خزانچی ہے۔ مال کا مالک نہیں۔ تو جو بندہ اپنے کو مال کا مالک نہیں سمجھتا ہے۔ وہ مالک کے حکم پر فوراً مال اسکے سپرد کر دے، اور جو شخص مال کو اپنا مملوک جانیگا، وہ کہے گا۔ کہ میں اپنے مال کو دوسرے کے حکم پر کیوں دوں۔۔۔ تو زکوٰۃ دینا علامت ہے کہ مالدار اپنے کو مالک نہیں سمجھتا تو رب العزت کی صفت مالکیت کا تقاضا ہے۔ کہ زکوٰۃ دیں۔ جیسے آج کی حکومتیں حاکمیت ہی کی وجہ سے مالیہ اور محصول وصول کرتی ہیں۔ حکومت والے اگر کرسی سے ہٹ جاتیں تو ان کا کوئی حق نہیں رہتا نہ مانگ سکتے ہیں۔ اور نہ کوئی دیتا ہے۔ یہ حکومت کی طاقت اور دباؤ کا تقاضا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ تو سارے بادشاہوں کا بادشاہ اور احکم الحاکمین ہے اگر مجازی حاکم ہمارے اموال کا کوئی حصہ ہم سے لے سکتا ہے تو کیا احکم الحاکمین مالک حقیقی کا کوئی حق نہ ہوگا؟ کاشتکار زمیندار یعنی مالک زمین کو حصہ دیتا ہے کہ ملکیت زمین اسکو حاصل ہے۔ جسکا تقاضا ہے کہ وہ اپنا حصہ لے

توکیا جسکو سارے جہاں کا مالک سمجھا جاوے اور وہ واقعی سب سے بڑا حاکم ہے اور طاقت والا ہے توکیا بندہ ایسے حاکم اور مالک کا مقرر کردہ حصہ عشر، ربع، ربع الخمس، خمس، زکوٰۃ، صدقۂ فطر، قربانی وغیرہ بخوشی ادا نہ کرے گا ۔۔۔؟ جس طرح موت وحیات؛ تندرستی، عزت و ذلت کا وہی مالک ہے۔ اسیطرح وہ رحیم وکریم بھی ہے۔ بندہ پر اس کے احسانات و انعامات کا کوئی حد وحساب نہیں، شمار سے باہر ہیں۔ وان تعدّ وانعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ (اگر تم اس کے احسانات شمار کرنا چاہو تو نہ گن سکو۔)

انعامات خداوندی

بارش بند ہو تو وہی برساتا ہے۔ خشک سالی ہو تو وہ مہربان آقا اپنے غلاموں کی بے کسی پر رحم کر کے آبادسالی کر دیتا ہے۔ ہماری پیدائش سے پہلے ہمیں بطن مادر میں رکھا۔ نو ماہ تک لطیف غذا دیتا رہا۔ اسی جگہ سردی اور گرمی سے ہماری حفاظت کرتا رہا، جبکہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہ تھی۔ مگر غذا ملتی رہی جس وقت اس زمین میں آئے تو مشفق مہربان ماں کے سینے میں دودھ کے چشموں کا انتظام فرمایا۔ دانت نہ تھے۔ نہ کچھ غذا کھا سکتے تھے۔ نہ ہضم کر سکتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے خون کو لبن خالص میں تبدیل فرما کر دو ڈھائی سال تک ہمیں خوراک سے بے فکر رکھا۔ جوان ہوئے تو دیکھا کہ زمین پر ہمارے لئے دریا جاری ہیں۔ ہوائیں چلتی ہیں۔ قسم قسم کی سبزیاں، میوے اور غلّے اگتے ہیں۔ آسمان پر چاند، سورج، تارے بنے ہیں۔ جو سب کے سب ہماری خدمت میں مشغول ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر وقت ہر آن ہر سیکنڈ میں ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش ہے۔ اپنی آنکھوں کو دیکھئے کیا عجیب روشنی ان سے نکل رہی ہے۔ کان کو دیکھئے کیا عجیب مشین ہے۔ کہ بغیر بیٹری اور بجلی کے آنکھ اور کان کام کر رہے ہیں۔ اپنی زبان کو دیکھیں کیا عجیب پٹرول اس میں خدا نے ودیعت کیا ہے۔ کہ مسلسل چلتی رہتی ہے۔ مگر سوکھتی نہیں، غرض سر سے پاؤں کے ناخنوں تک کروڑہا نعم ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ دنیا کی زندگی کو ہم نے سب کچھ فرض کر لیا ہے۔ اور آگے کا خیال تک نہیں نہ اس کا احساس ہے۔ کہ منعم حقیقی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اس کے احسانات کا کیا شکریہ ہم نے ادا کیا۔ غرض جب خداوند تعالیٰ علیم ہے۔ اور کمال جمال کا مالک ہے۔ اور اس کے احسان و کرم کی کوئی حد نہیں، رحمٰن و رحیم ہے تو اسکی شان معشوقیت اور محبوبیت کی ہوئی۔ حسن اور جمال اور کمال و احسان کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ انتہائی محبت پیدا ہو۔ اور اسکی محبت میں بندہ سرشار رہے۔ تو روزہ اور حج اسکی شان جمالیت کا مظہر ہیں ۔۔۔۔۔۔

روزہ ایک عاشق مجازی کے لئے درجۂ عشق کی ابتداء یہ ہے کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے کاموں کا سارا انتظام الاوقات ہی بدل جاتا ہے۔ طبیعت مضمحل اور پژمردہ رہتی ہے۔ اُٹھنے بیٹھنے سونے میں فرق آجاتا ہے۔ محبوب کے تصوّر اور خیال میں مستغرق رہتا ہے۔ لذائذ حیات ترک کر دیتا ہے۔ حلال خواہش بھی پوری نہیں کرتا۔ اس کا کسی سے سروکار نہیں۔ بلکہ اسے اگر کوئی گالی دے، چھیڑے، جھگڑا کرے تو وہ جھگڑتا نہیں، نہ گالی گلوچ دیتا ہے۔ یہ حالت اللہ تعالیٰ کے اس عاشق کی ہو جاتی ہے جس کا نام روزہ دار ہے۔ نہ کھانا نہ پینا نہ خواہشات کی پرواہ۔ روزہ ترک اکل و شرب اور ترک جماع اور راتوں کو جاگنے سے عبادت ہے۔ پھر جب کوئی اس سے جھگڑتا بھی ہے۔ تو یہ جواب نہیں دیتا۔ اس لئے حدیث میں فرمایا گیا: فان سابّہ احد او قاتلہ فلیقل انی صائم۔ (پس اگر کوئی اسے گالی دے یا اسے مارے پیٹے تو یہ کہے میں تو روزہ دار ہوں) روزہ دار سے کوئی جھگڑے یا اُسے گالی دے تو وہ جواب نہیں دیتا کہ میں تو روزہ سے ہوں مجھے ان دھندوں سے کیا غرض ـــــ اس کے عشق کا پہلا مرحلہ رمضان کے پہلے بیس۲۰ دن ہیں جن میں نہ دن کو کھانا پینا نہ رات کو آرام۔ دل کا لگاؤ کسی دوسری ذات سے ہے۔

اعتکاف عشق نے ترقی کی بیس۲۰ تاریخ کو گھر بھی چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اور مسجد میں جو خدا کا گھر ہے ڈیرہ ڈال دیتا ہے۔ اب رات کو اہل وعیال سے اختلاط کی جو گنجائش تھی وہ بھی ختم ہوئی، اور دنیا کے تمام غیر ضروری مشاغل بھی ممنوع ہوئے ـــــ اعتکاف عکوف سے ہے جس کا معنی ہے اپنے آپ کو بند کرنا۔ اس لئے اس کا ثواب حج اور عمرہ کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ آج حج کرنے میں کتنے موانع اور مشکلات ہیں۔ تو رمضان کے عشرہ اخیر کا اعتکاف جس نے کیا اسے حج جتنا ثواب حاصل ہوا۔ گو اس سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔ مگر ثواب اتنا ہی ملے گا۔ نوافل فرائض کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی نے ہزار نیکیاں بھی نوافل کی شکل میں کیں تو اسکی وجہ سے کسی فرضی عبادت سے ذمہ فارغ نہیں ہوگا۔ بہرحال ثواب مل جائیگا۔ محبت خداوندی کا پہلا اثر ابتداء رمضان سے شروع ہوا کہ اس کا دل غیر اللہ سے اچاٹ ہوا تھا۔ مگر اہل وعیال کیساتھ کچھ مخالطت تھی۔ مگر اب تو جان و جسم کو بالکل بند کر دیا۔ گھر جانا، بازار جانا، دنیاوی مجالس میں بیٹھنا بھی چھوڑ دیا۔ کہ اے اللہ میں تو تیرے در پہ پڑا ہوں۔ جبتک بخشش نہ ہوگی اور رضا حاصل نہ ہوگی تیرے در سے بستر نہ اٹھاؤں گا۔ آج بھی اگر کسی سے جان بخشی کرائی جائے تو اس کے ڈیرہ پر بستر جما دیتے ہیں۔ وہ پہلے آزماتا ہے کہ سچا ہے یا نہیں۔ پھر جب اسکی صداقت ظاہر ہو تو

سنگدل سے سنگدل بھی معاف کر دیتا ہے۔ تو بندہ اللہ تعالیٰ سے جو رحمان و رحیم ہے معافی مانگتا ہے۔ کہ اے اللہ ہر طرح خطاوار ہوں، معاف فرما دے۔ پھر اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے۔ رمضان المبارک کی ہر رات اسکی طرف سے مغفرت و بخشش کے لئے اذنِ عام ہوتا ہے۔ اور حسبِ ارشادِ نبویؐ ہر رات قبیلہ بنو کلب کے ریوڑ کے بالوں کی تعداد میں مجرم اور گنہگار بخشے جاتے ہیں۔ تو کیا وہ اپنے اس بندہ کی بخشش نہیں کریگا۔؟ یقیناً بخشے گا۔ اعتکاف کی اس اہمیت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت زور دیا۔ یہاں تک کہ عورتیں بھی گھروں میں اعتکاف کر سکتی ہیں۔ محلہ کی مسجد میں اگر کم از کم ایک شخص نے اعتکاف کیا تو سنتِ کفایہ پر عمل ہوا۔ سب کا ذمہ فارغ ہوا۔ ورنہ سارا محلہ یا سارا گاؤں تارکِ سنت ہوگا۔ جیساکہ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ بعض نے ادا کیا تو ٹھیک ورنہ سارا گاؤں گنہگار ہوگا۔ اسی طرح علم دین کا حصول فرضِ کفایہ ہے۔ کہ ہر ملک اور ہر علاقہ میں ایک ایسی جماعت ہو کہ وہ زندگی علم حاصل کرنے اور اپنی قوم کی رہنمائی اور ہدایت میں خرچ کرے۔ ورنہ سارا علاقہ سارا ملک اور پوری قوم گنہگار اور تارکِ فرض ہوگی۔ جو جماعت حصول علم دین میں زندگی صرف کر رہی ہے۔ وہ پوری قوم اور پورے ملک پر احسان کر رہی ہے۔ یہی حال معتکف کا ہے۔ کہ اس نے مسجد میں اعتکاف کیا تو خود بھی مستحق اجر ہوا۔ اور لوگوں کا ذمہ بھی فارغ کرا دیا۔ کہ سب کو ترکِ سنت سے بچالیا۔ اس وجہ سے ہندوستان میں لوگ اعتکاف کرنے والوں کا بڑا احترام کرتے تھے۔ لوگ بڑے بوڑھوں کو راضی کر کے منت سماجت کر کے مسجد میں بٹھا دیتے کہ سب کا ذمہ فارغ ہو۔

حج

الغرض عشق اور محبت الٰہی کی جو آگ رمضان المبارک سے بھڑک اٹھی تھی، وہ سلگتی رہی۔ عشق میں ترقی ہوتی رہی۔ کھانا پینا چھوڑ دیا اس کے بعد گھر بار بھی۔ مگر جب عشق کا غلبہ اور زیادہ ہوا تو گھر بار کے ساتھ گاؤں، ملک اور وطن سے بھی دستبردار ہوا۔ اب عشق جب آخری مرحلہ پر پہنچا تو محبوب حقیقی کی تلاش میں ملک ملک اور صحرا بصحرا پھرنے لگا۔ اس حالت میں نہ اسے آرام و راحت کا خیال ہے۔ نہ اپنی صفائی اور زیب و زینت کا، نہ دوکان کی خبر ہے، نہ زمین اور تجارت کی۔ اہل و عیال سے دور مارا مارا پھرتا ہے۔ سر کے بال بڑھے ہوئے ہیں۔ بدن میلا کچیلا ہے۔ بدن برہنہ چادریں ہیں، جو میلی رنگتی ہیں۔ گویا اسے کسی چیز کی خبر نہیں۔ اگر کسی نے مارا پیٹا، گالیاں دیں، تو جواب نہیں دیا۔ فحش گوئی سے حیائی اور نفس پرستی کا تو احتمال تک نہیں۔ عشق کی یہ حالت دین اسلام میں حج سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اور روزوں کا مہینہ ختم ہوتے ہی اشہر حج

شروع ہوجاتے ہیں۔ گھر بار چھوڑ کر مسجد میں آبیٹھا تو وہاں سے خیال آیا۔ کہ خدا کا گھر اور محبوب کی تجلیات کا ایک بڑا مرکز تو خانہ کعبہ ہے۔ تو محبوب کی تلاش میں سرگرداں سفر حج پر روانہ ہوجاتا ہے تصوّر یار میں مجنون کی طرح نغمے الاپتا ہے۔ وہ عشق میں پرند چرند سے بھی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے ؎

یااللہ یا ظبیاتِ القاع قلنَ لنا   الیلایٰ منکن ام من البشر

اے آہوان صحرا تمہیں خدا کی قسم مجھے جواب دیجیو کہ لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں کے   سے ہے۔

مگر اس عاشقِ حقیقی کا نغمہ تو تلبیہ ہے۔ لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک ــــ جب اسکے گھر پر نظر پڑجاتی ہے تو دیوانہ وار اسکا طواف کرنے لگتا ہے۔ کبھی ایک کونہ اور کبھی دوسرا چھوتا ہے۔ کہ کہیں معشوق کا سراغ لگ جائے۔

عرفات پھر وہاں سے خیال آیا کہ شاید آبادی سے باہر محبوب ملے تو دیوانگی میں صحرائے عرفات پہنچتا ہے۔ وہاں سے مزدلفہ اور منیٰ غرض جہاں بھی امید لگے وہاں ڈیرہ ڈالتا ہے کہ وصال اور رضائے محبوب حاصل ہو ــــ درمیان میں ناصح ناداں نے علامتی شروع کردی یعنی ابلیس دل میں وساوس ڈالنے لگا۔ کہ یہ عشق تمہیں کہاں کہاں پھرائے گا۔ اس عشق نے تو تمہیں دیوانہ بنادیا۔ اس محبت خداوندی کے چکر سے نکل آؤ۔ تو عاشق خداوندی سات پتھروں سے اسے مارنے لگتا ہے جس کا نام ہے رمی جمرات۔

قربانی عشق کا آخری درجہ یہ ہے کہ عاشق اپنی جان کو بھی محبوب کے پاؤں میں رکھ کر قربان ہوجائے۔ جیسے پروانہ عاشق مجازی ہے شمع کا۔ تو چراغ کے گرد چند طواف اور چکر لگا کر اور چراغ کی روشنی میں غوطہ لگا کر جان دیدیتا ہے۔ ؎ کار عاشق خون خود بر پائے جانان ریختن ــــ تو حاجی بھی اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کردیتا ہے۔ مگر محبوب حقیقی کیطرف سے نداء اور آواز پہنچتی ہے ــ کہ لاتقتلوا انفسکم تم اپنے آپ کو قتل مت کرو۔ اپنی جان کے بدلہ کسی محبوب جانور دنبہ یا گائے یا اونٹ کو ذبح کرو۔ یہ تمہاری جان کے بدلہ میں جان ہے۔ جو ہم تمہاری قربانی کی بجائے منظور کرتے ہیں ــ تو بھائیو! کسی کی فرمانبرداری کسی خوف یا طمع یا محبت کیوجہ سے کی جاتی ہے۔ خداوند کریم مالک نفع وضرر ہے۔ تو خوف وطمع دونوں پائے گئے۔ اور موصوف باوصاف الکمالیہ ہے۔ اور محسن ہے۔ لہٰذا محبوب ہوئے اور محبوب کی فرمانبرداری عاشق کیلئے موجب اطمینان وتسکین ہے۔ حج اور روزہ سراسر محبوب کے حسن وجمال کے جلوہ کا تقاضا ہے۔ اور اسکے فضل وکمال کا آئینہ دار ہے اور نماز وزکوٰۃ اسکی عظمت وجبروت اور جلال کا تقاضا اور اس لحاظ سے اسلام کی یہ اساسی عبادات ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبوب حقیقی کے جلال وجمال کا صحیح احساس اور بندگی کی صحیح ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

چند دن مسجد اقصیٰ کی فضاؤں میں

بیت المقدس میں پندرہ روزہ قیام کے بعد مضافات اور نواحی مقدس دیکھنے کا عزم کیا۔ بستر زاویہ ہندیہ میں ساتھیوں کے پاس چھوڑا اور گرم کمبل اپنے ساتھ لے لیا۔

عیزریہ | موقف الباصات (بس سٹینڈ) سے عیزریہ تک بس میں ایک گرش لیتے ہیں جو یہاں سے دو کیلو میٹر کی مسافت پر جانب جنوب مشرق کو ایک حسین وجمیل قصبہ ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی قبر اس بستی کے درمیان ایک جامع میں واقع ہے۔ جامع سطح زمین سے دس گز نیچے ہے۔ مجاور سے ہم نے وضو کرنے کے لیے پانی دریافت کیا۔ اس نے کہا وہ سامنے کنواں ہے۔ اس سے پانی حاصل کرلیں۔ دیکھا تو پانی ایک گز کی مسافت پر ہے۔ آدمی ہاتھ لمبا کرکے لوٹا بھر سکتا ہے۔ پہاڑی پر پانی کی یہ بہتات قابل تعجب ہے۔ مسجد صخرہ کے جانب شمال میں بھی دو تین کنوئیں ہیں۔ مگر وہاں پانی ڈھائی تین گز کی مسافت پر تھا۔۔۔۔ قبر پہ یہ کلمات درج ہیں:

هٰذا ضَرِيحُ نَبِيِّ اللهِ عُزَيْرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ — یہ عزیر علیہ اسلام کی قبر ہے۔

اس جامع کے محراب میں یہ آیت جاذب نظر خط سے نقش ہے:

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ	اے محمد مصطفےٰ کیا آپ نے اس شخص کا واقعہ نہیں
عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ	سنا۔ جو اس شہر (بیت المقدس) پر گذرا جبکہ
بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ	یہ شہر مسمار ہو گیا تھا۔ بولا۔ اللہ تعالیٰ اس شہر کو کیسے

بَعۡثَہٗ (الآیۃ) ھٰذِہِ الۡاٰیَۃُ نُزِلَتۡ فِیۡ حَقِّ صَاحِبِ ھٰذَا الۡمَقَامِ ۔ زندہ کریگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسکو سو برس مردہ رکھ کر دوبارہ زندہ کیا۔ یہ آیت صاحب روضۂ (عزیر علیہ السلام) کے حق میں نازل ہوئی ہے ۔۔۔۔۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے روضہ کے گرد و پیش رومیوں اور عبرانیوں کے متعدد بڑے گرجے ہیں۔ خاصکر وہ گرجا قابل دید ہے جو روضہ کے جانب مشرق متصل ہے۔ اس گرجے کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ عزیر علیہ السلام کی رہائش گاہ تھی۔ اس گرجہ میں زمین دوز پرانے مکانات ہیں۔ جو قدامت اور مرور ایام کیوجہ سے بوسیدہ ہوگئے ہیں۔ اس قدیم تہ خانہ کی کھدائی کا کام شروع ہے۔ اس میں مزید تہ خانوں کے برآمد ہونے کا سراغ لگایا گیا ہے۔ اس تہ خانہ میں روغن زیتون نکالنے والا وہ آلہ ابھی تک موجود ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عزیر علیہ السلام کے عہد مبارک کا ہے۔ عیزریہ سے ہم بکبریہ تک پاپیادہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں سگریٹ سازی کا ایک بڑا کارخانہ دیکھا۔ بکبریہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ یہاں سے شہر بیت المقدس صاف نظر آتا ہے۔ حضرت عمرؓ اسی راستہ سے تشریف لائے تھے۔ بکبریہ سے بیت اللحم تک بس میں سوار ہوئے۔ بیت المقدس سے بیت اللحم تقریباً دس کیلومیٹر ہے۔ اور کرایہ تین گرش ہے۔ اگر درمیان میں یہودیوں کا مقبوضہ علاقہ نہ ہوتا تو مختصر راستہ چار کیلومیٹر ہے۔ راستہ میں "سورباھر" قصبہ دیکھا۔ یہاں کی شاندار جامع مسجد قابل دید ہے۔

بیت اللحم | یہ بہت بڑا شہر ہے۔ یہاں عیسائیوں کی اکثریت ہے۔ یہ شہر پہاڑ پر واقع ہے یہاں کے دلکش خوبصورت مکانات صاف وشفاف سڑکوں اور راستوں۔ چاروں طرف حد نگاہ تک پھیلے ہوئے سرسبز و شاداب باغات نے اس شہر کی رونق کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ شہر کے باہر آپ جہاں بھی نظر ڈالیں گے آپ کی نگاہیں سبزہ و انگوری پر پڑیں گی۔ نیچے تمام وادیاں، انجیر، زیتون انگور، نارنج، سرو، خرمانی، آلوچہ کے درختوں سے لبریز ہیں۔ اوپر پہاڑوں کو دیکھیں تو وہاں بھی باغات کا سلسلہ قائم ہے۔ بیت اللحم میں تین مقدس مقامات ہیں۔ کنیسۃ المہد۔ جامع عمر۔ قبر راحیل علیہا السلام۔

کنیسۃ المہد | یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔ جسکے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :

فَاَجَآءَھَا الۡمَخَاضُ اِلٰی جِذۡعِ النَّخۡلَۃِ پھر لے آیا حضرت مریمؑ کو درد زہ ایک کھجور کے تنے کے پاس ۔۔۔۔۔

مجھے ساتھی نے کہا کہ یہاں چشمہ اور کھجور کہاں ہیں۔ میں نے کہا یہ تو ضروری نہیں کہ اب تک وہ کھجور اور

چشمہ باقی ہیں ـــــ اگر قرآن مجید کے لفظ سَرِیًّا کا معنی سردار لیا جائے (جیسا کہ بعض مفسرین فرماتے ہیں قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۔ اے مریم تیرا پروردگار تجھ کو ایک بڑا سردار (عیسیٰؑ) بخشنے والا ہے۔) تو چشمہ کے موجود نہ ہونے کا کوئی اشکال باقی نہیں رہتا ـــــ اور اگر سریا کا معنی چشمہ لیں تو بقول مفسرین یہ چشمہ اور کھجور بطور کرامت موجود ہو گئے تھے تاکہ حضرت مریمؑ ان امور خارقہ للعادۃ کو دیکھ کر مطمئن ہو جائے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے اس خشک زمین پر چشمہ نکالا اور اس خشک درخت پر کھجوریں لگا دیں وہ مجھے بھی بطور خرقِ عادت بیٹا دینے پر قادر ہے۔

کنیسۃ المہد مسیحیوں کے تصرف میں ہے۔ انہوں نے یہاں عظیم الشان پر شکوہ چرچ تعمیر کیا ہے جسمیں سینکڑوں سونے کے چھوٹے جھاڑ فانوس اور کٹورے لٹکائے گئے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کی پیدائش گاہ کو مصنوعی تاریکیوں میں گھیر دیا ہے۔ عیسائیوں کے اکثر و بیشتر عبادت خانوں میں جعلی تاریکی پیدا کرنے کے لئے جا بجا دیواروں پر سیاہ غلاف لگا دیئے گئے ہیں۔ اور بجلی کی روشنی سے ان مراکز کو محروم رکھا گیا ہے۔ یہاں بھی تمام دیواریں تصویروں سے بھری پڑی ہیں۔ جس جگہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ہے۔ وہاں مسیحی نذرانے اور شکرانے رکھتے ہیں۔

جامع عمرؓ اس کنیسۃ المہد کے سامنے جامع عمرؓ ہے۔ یہ مسجد دو منزلہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس جامع کی بنیاد رکھی ہے۔ انہوں نے یہاں بھی کنیسۃ المہد دیکھنے کے بعد نماز پڑھی تھی۔

قبر راحیل یوسف علیہ السلام کی والدہ محترمہ بی بی راحیل علیہا السلام کی یہ قبر شہر کے جانب مغرب ہے۔ مقبرہ کے دروازہ کے پاس یہ قبر واقع ہے۔ یہاں سے پچاس قدم کے فاصلہ پر دو چوک ہے۔ جہاں قریۂ خلیل کو جانیوالی بسیں ٹھہرتی ہیں۔ اس چوک کے کنارے ایک دوکان سے میں کھجور خریدنے گیا۔ دوکاندار میاں بیوی تھے۔ میں نے آدمی سے کہا کہ وہ گرش کی کھجوریں دے دو۔ اس نے مجھے کھجوریں دیں۔ اسکی بوڑھی بیوی نے مجھے ایک موٹا سیب دیا۔ میں نے کہا اسکی کیا قیمت ہے۔ وہ کہنے لگی بلاش۔ میں بلاش کے کلمہ کو نہ سمجھ سکا۔ میں نے پوچھا : مَا مَعْنٰی بلاش۔ اس نے کہا : مَجَّانًا۔ اَیْ بلا قیمۃٍ۔ ھدیۃ منی ـ سوچنے کے بعد معلوم ہوا کہ بلاش بلا شیٔ سے مخفف ہے ـــــ بوڑھی کے اصرار پر میں نے وہ سیب لے لیا۔ وہ بہت خوش ہوئی۔

قریۂ خلیل بیت المقدس سے ۴۷ کیلومیٹر اور بیت اللحم سے ۳۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ بیت اللحم سے خلیل تک تمام پہاڑی علاقہ باغات سے معمور ہے۔ اور معلوم نہیں خلیل سے لے کر کہاں تک باغات کا یہ پیہم و مسلسل سلسلہ قائم ہے۔ بارکنا حولہ کی اگر ظاہری اور حسی برکت دیکھنا چاہیں

تو حرم ابراہیمی کے اس ماحول کو آکر دیکھئے۔ ہم نے شام کی سرسبزی و شادابی اور پھلوں کی بہتات کے متعلق ضرور سنا تھا اور پڑھا تھا۔ مگر آج اللہ تعالیٰ نے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا شرف بھی عطا فرمایا۔ واقعی ــــ شنیدہ کے بود مانند دیدہ ــــ سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔ ہمارے علاقہ کی زرخیز زمین میں بمشکل انگور کا درخت لگتا ہے۔ یہاں پتھروں کے ڈھیروں میں انگور کے یہ گنجان باغات بارکنا حولہ کی زندہ جاوید حسی تفسیر نہیں تو اور کیا ہے۔ راستہ میں بہت سے چھوٹے قصبے دیکھنے میں آئے جن میں بطریق۔ الدھیشہ اور قریہ خضر بہت خوبصورت ہیں۔ قریہ خضر کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں خضر علیہ السلام کی قبر ہے۔ شوق ہے کہ واپسی پہ اس جگہ کے دیکھنے کے لئے اتروں۔ اکثر صوفیائے محدثین کی رائے ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔ روایات میں جو پیشنگوئی وارد ہے۔ کہ دجالی فتنہ کی سرکوبی کے لئے جو نوجوان مدینہ منورہ سے نکلے گا، اور مدینہ کے میدانوں میں دجال سے مقابلہ کرے گا۔ دجال اپنی خدائی ثابت کرنے کے لئے لوگوں سے کہے گا کہ میں اس نوجوان کو قتل کرکے دوبارہ زندہ کردوں تو میری خدائی کا اقرار کرو گے۔ چنانچہ دجال اس نوجوان کو قتل کرکے دوبارہ زندہ کردے گا۔ یہ نوجوان ہنس کر بولے گا۔ اب مجھے تو قتل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ دجال دوبارہ قتل کرنے سے قاصر ہوگا۔ دجال اس نوجوان کو دوبارہ قتل کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کریگا مگر ناکام ہوکر یہاں سے بھاگ جائیگا۔ (یہ دجال کے ساحرانہ کرشموں کا آخری کرشمہ ہوگا۔ اور یہ شکست اس کے فرار اور فنائیت کا باعث) حدیث میں جس نوجوان کا ذکر ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ خضر علیہ السلام ہوں گے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و بعض دیگر محدثین کی عبارت سے خضر علیہ السلام کی وفات معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خضر علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ ہو اور اس وجہ سے قریہ خضر علیہ السلام سے موسوم ہو۔

ہم عصر کے وقت قریۂ خلیل پہنچے۔ حرم ابراہیمی بس سٹینڈ کے قریب ہے۔ حرم ابراہیمی اس احاطہ کا نام ہے۔ جہاں ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اسباط و اولاد کی قبور ہیں۔ اس جگہ کو مدفن انبیاء اور غار انبیاء بھی کہتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان تینوں کی ازواج مطہرات اور یوسف علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کی قبریں تہ خانہ میں ہیں۔ اس تہ خانہ کے اوپر ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ ترکی دور حکومت میں سلطان عبدالحمید خان نے اس مسجد میں توسیع کرکے از سر نو عالیشان جامع مسجد کی شکل میں تعمیر کیا ہے۔ بانی کا نام اور تاریخ تعمیر مندرجہ ذیل اشعار میں ذکر ہے۔ جو جامع کے اندرونی دروازہ پہ کندہ ہیں۔

۱۔ عَبْدُ الحمید لہ المآثر تُحمد — والیہ مسعی الخیر دوماً یسند
۲۔ وبامرہ ھذا البناء جُدِّدت — فی المسجد السامی الخلیل لتُحمد
۳۔ فاللہ یمنحہ الذی یرتجی بہ — من طول عمر بالمبرۃ یوجد
۴۔ ان تسئلن عن ظل عصر ارخن — قل ظلہ عبد الحمید الامجد

۱۔ سلطان عبد الحمید خاں کے مناقب قابل ستائش ہیں۔ اور نیک مساعی (۱۳۱۳) کی نسبت ہمیشہ ان کی طرف ہوتی ہے۔
۲۔ اسکی فرمائش پر خلیل کی اس بلند پایہ مسجد کی عمارت کی تجدید کی گئی۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اسکو طویل زندگی بخشے جسمیں وہ کرم گستری کر سکے۔
۴۔ اگر آپ تاریخ تعمیر دریافت کرنا چاہتے ہیں تو ابجدی کلمات میں اسکی تاریخ ظلہ عبد الحمید الامجد (۱۳۱۳) ہے۔

اس تہ خانہ میں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں ہزاروں پیغمبروں کی قبریں ہیں۔ کہتے ہیں کہ اکثر پیغمبروں نے اپنے ورثہ کو وصیتیں کی تھیں کہ ہمیں غار انبیاء میں دفن کر دیا جائے۔ جیساکہ یوسف علیہ السلام مصر میں وفات پا گئے۔ مگر انہوں نے وصیت کی تھی کہ میری لاش کو اپنے اباء و اجداد کے مقبرہ کے پاس لے جانا ۔۔۔۔ مصر اور خلیل کے درمیان اتنی زیادہ مسافت نہیں مگر بدقسمتی سے بنی اسرائیل کے مقبوضہ علاقہ نے خشکی کے اس راستہ کو معطل کر دیا ہے۔

اوپر مسجد میں صرف سات قبروں کے نشانات لکڑی سے بنائے گئے ہیں۔ ہر قبر کی اونچائی سات فٹ لمبائی تیرہ فٹ اور چوڑائی پانچ فٹ ہے ۔۔۔ محراب سے دو گز کے فاصلہ پر حضرت اسحاق علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور اس کے بالمقابل بائیں طرف ان کی بیوی سیدہ رفیقہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ ان قبروں کی جانب شمال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روضہ ہے۔ حضرت خلیل الرحمان ابراہیمؑ کی یہ قبر تمام روئے زمین میں دوسری قبر ہے۔ جس پر اکثر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ رحمت کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ پر تو سب متفق ہیں۔ لیکن روضۂ ابراہیمی میں اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ ان دو مقدس قبروں کے علاوہ دیگر انبیاء کرام کے مدفن مختلف فیہ ہیں۔ مثلاً آدم علیہ السلام کی قبر سراندیپ میں بھی بتائی جاتی ہے۔ اور عراق میں دریائے دجلہ کے کنارے بھی۔ اور اسی مدفن انبیاء میں بھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر سے بائیں طرف حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ یعقوب علیہ السلام اور ان کی بیوی لائقہ اور یوسف علیہ السلام کی قبور مسجد کے شمالی حصہ میں ہیں۔ اوپر سے تہ خانہ دیکھنے

۹۸۸۷

کے لیے مسجد میں چھ سات چھوٹے سوراخ چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ میں نے دیکھا تو نیچے ایک مدھم چراغ جل رہا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے کچھ نہ دیکھ سکا۔ یہ چراغ خادم جلاتے ہیں۔ ان سوراخوں پر آپ اپنا چہرہ رکھیں تو تہ خانہ سے آتی ہوئی ٹھنڈی خوشبودار ہوا محسوس کریں گے۔

اس مسجد اور روضۂ ابراہیمی کے بارے میں مجھے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مدظلہ کی کتاب فضائل حج کا ایک قصہ یاد آیا۔ جو انہوں نے علامہ قسطلانی کی کتاب مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے۔ شیخ ولی الدین عراقی کا بیان ہے کہ میرے والد شیخ زین الدین عراقی اور شیخ عبدالرحمان بن رجب حنبلی دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے گئے۔ جب قریۂ خلیل کے قریب پہنچے تو ابن رجب حنبلیؒ نے کہا میں نے تو مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت کر لی۔ تاکہ حضورؐ کی روایت: لاتشدّ الرحال الا لثلٰثۃ مساجد سے مخالفت نہ ہو۔ میرے والد زین الدین عراقی نے ابن رجب کو جواب دیا۔ کہ آپ نے تو حدیث کی مخالفت کر لی۔ اس لئے کہ آپ نے ان تینوں مسجدوں کے سوا دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی۔ حدیث میں تو صرف مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کا ذکر ہے۔ میں نے تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا۔ حضورؐ فرماتے ہیں: کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا۔ ترجمہ: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ سو اب زیارت کیا کرو۔

درحقیقت انبیاء کرام اور صلحائے امت کی قبور کی زیارت مستحسن امر ہے۔ چونکہ ابتداء اسلام میں لوگ بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوئے تھے اس لئے حضورؐ نے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا کہ مبادا کہیں قبر پرستی کا شکار نہ ہو جائیں۔ جب مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور توحید کا عقیدہ راسخ ہوا تو پھر قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی گئی۔ اور بعض روایات میں تو زیارتِ قبور کا فائدہ بھی بتلایا کہ اس سے موت اور آخرت یاد آجاتی ہے۔ یہ فائدہ اس لئے بیان فرمایا تاکہ لوگ اہلِ قبور سے اپنی حاجت روائی نہ چاہیں۔ جیسا کہ بعض لوگ قبروں پر جاکر غلاف بوسی، قبر پرستی و دیگر خلافِ شرع امور کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اہلِ قبور کو قاضی الحاجات اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے زیارۃ القبور ممنوع ہے۔ اور ان کی تباہی و گمراہی کا باعث ہے۔ لاتشدّ الرحال میں نہی شفقت ہے۔ یعنی قلیل ثواب حاصل کرنے کے لئے دور دراز مسجدوں میں نماز پڑھنے کی خاطر بیشمار مشکلات سفر اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسا کہ جمعۃ الوداع پڑھنے کے لئے دہلی کی جامع مسجد میں دور دراز سے مرد اور عورتیں حاضر ہوتی ہیں۔ بے پناہ ہجوم کی وجہ سے بے پردگی، ناجائز امور اور کئی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نیز لاتشدّ الرحال میں مستثنیٰ منہ امام احمد بن حنبلؒ کی روایت کے مطابق الیٰ مسجدٍ ما ہے۔

جو مسند احمد میں موجود ہے۔ اور جسکو صاحب فتح الباری اور علامہ عینی نے نقل کیا ہے۔ لاینبغی للمصلی ان یشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی۔ یعنی نمازی کو مناسب نہیں کہ وہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی خاطر سفر کرے ماسوائے مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے[1]

روضۂ ابراہیم کے دروازہ پر مقام ابراہیم من دخلہ کان آمنا سلام علی ابراہیم۔ اور اس کے نیچے یہ اشعار درج ہیں :۔

عطفا خلیل اللہ ارجو النظرۃ ارقی بہا العلیا فی الدارین

ازراہ نوازش اے خدا کے دوست ایک نگاہ کا امیدوار ہوں جس کے ذریعہ میں دارین کی بلندیوں پر فائز ہو جاؤں۔

اصبحت محسوبا وعبدا خادما ومفاخرا فی خدمۃ الثقلین

میں آپ کا خدمتگار غلام ہوں۔ اور انس وجن کی خدمت کرنے پر فخر کرنے والا ہوں۔

درویش عبدک سیدی لایرتجی الا رضاک ولحظۃ بالعین

اے آقا درویش آپ کا غلام ہے جو آپ کی رضامندی اور آنکھوں کی ایک نظر کا امیدوار و طالب ہے۔

اسعفہ فی سترو جبر غیرۃ انت الغیور علیہ فی الحالین

از روئے غیرت آپ اس کے مطالبہ کو قبول فرما۔ آپ ظاہر و باطن کے دونوں حالات میں بہت بڑے غیور ہیں۔

۱۲۵۹ھ

وعلیک مع سکان غارک دائما اجلی صلوات اللہ فی الکونین

آپ پر بمع ساکنان غار ہمیشہ کے لئے خداوند قدوس کی ترو تازہ رحمتیں دنیا و آخرت میں نازل ہوتی رہیں۔

اہل خلیل کی پیاری باتیں | قریۂ خلیل کی آبادی بیس ہزار سے متجاوز ہے۔ خلیل کا قدیمی نام حبرون ہے۔ جو بعد میں ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت سے قریہ خلیل سے مشہور ہو گیا ہے۔ یہاں کے لوگ انتہائی خوش خلق اور دیندار ہیں۔ یہاں کے عربوں میں دینی اخلاق پایا جاتا ہے۔ جو ان کے آباد و اجداد کے متعلق کتابوں نے بیان کیا ہے۔ حرمین شریفین کے بعد تمام بلاد عربیہ میں یہ واحد بستی ہے جس میں نہ سینما ہیں۔ اور نہ مسیحیوں کے مدارس و کنائس۔ نہ یہاں سینما ہے۔ اور نہ فحاشی و عریانی کے ایمان سوز مناظر جس جگہ بھی آپ جائیں وہاں کے باشندے آپ کو اھلاً و سھلاً سے خوش آمدید کہیں گے۔ ویسے تو اردنا

---

[1] اگر مستثنیٰ منہ عام ہو اور لاتشد الرحال الی مکان ما مراد لیا جائے تو پھر تجارت۔ سیاحت۔ جہاد۔ طلب علم کے لئے بھی سفر ناجائز ہو جائے گا۔ (ماخوذ از افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دوران درس ترمذی شریف مع اختصار)

کے تمام باشندے پاکستانیوں سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ پاکستانی فوج اور پاکستانی عوام کی جرأت شجاعت کی داد دیتے ہیں۔ مگر خلیل کے باشندے ملنساری اور حلیم المزاجی میں سب سے آگے ہیں۔ واقعی یہ اہل خلیل ہیں۔ عربوں کی فصاحت اور بلاغت زبان کا اندازہ یہاں آکر محسوس ہوتا ہے۔ آپ اگر کسی کو السلام علیکم کہیں۔ تو جواب وعلیکم السلام مع السلامہ اھلاً وسھلاً یا مرحبا سنیں گے۔ معصوم بچے پیاری زبان سے مرحبا یا حاج باکستانی کہتے ہوئے بہت محبوب نظر آتے ہیں۔ اگر آپ نے کسی معصوم بچے کو شکراً کہا وہ فوراً اس کے جواب میں عفواً کہے گا۔ اور بڑوں سے بھی عفواً یا لا شکر علی الواجب سنیں گے۔ انتے موفق۔ انتے مغفور۔ انتے مقبول یہ ان کے پیارے کلمات ہیں۔ زیادہ محبت کے اظہار کے لئے اھلین اور مرحبتین استعمال کرتے ہیں۔ بعض تو یا مائۃ مرحبا بھی کہہ لیتے ہیں۔ گاہک دوکاندار کے پاس اگر روزانہ کئی دفعہ آئے تو السلام علیکم کہے گا۔ اور دوکاندار اھلاً وسھلاً سے جواب دیگا۔ اگر کوئی غصہ میں آجائے تو دوسرا اسکو صل علی النبی کہہ کر اس کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیگا۔ آپ وضوء سے فارغ ہو جائیں تو آپ کو زمزم یا مزمزم کہیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو زمزم کا پانی پلائے۔ اس کے جواب میں آپ جمعًا یا اجمعین کہیں گے۔ آپ نماز سے فارغ ہو جائیں تو آپ کو حرماً یا تقبل اللہ کی دعا کریں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو حرم مکہ میں نماز پڑھنے کی سعادت بخشے۔ اس کے جواب میں بھی آپ جمعاً یا منکم کہیں گے۔ صبح کے وقت صباح الخیر کہیں گے۔ اس کا جواب آپ صباح النور سے دیں گے۔ شام کے وقت مساء الخیر اور جواب مساء النور ہوگا۔ پانی پیئں تو آپ کا ساقی ھنیئاً کہے گا۔ آپ ھنا کم اللہ کہیں گے۔ آپ اگر کسی ہوٹل میں چلے جائیں۔ تو بیٹھے ہوئے لوگ آپ کو اللہ بالخیر کہیں گے۔ آپ بھی یہی جواب دیں گے۔ اللہ یکرمکم۔ اللہ یمسیکم بالخیر۔ شابلک بالخیر۔ ان کی خصوصی دعائیں ہیں۔ یہ چند محاورے حسن اخلاق کی ترجمانی کے لئے کافی ہیں۔ انشاء اللہ کسی دوسری فرصت میں اس پر مفصل بحث کی جائے گی۔

قریۂ خلیل میں عصر کے وقت پہنچا۔ عصر کی نماز پڑھ کر قرآن مجید کی ان سورتوں کی تلاوت شروع کی جن میں ابراہیم علیہ السلام کی ایثار و قربانی کا تذکرہ ہے۔ مغرب کی نماز کے بعد ایک نوجوان فقہ کی کوئی کتاب پڑھا رہا تھا۔ چودہ پندرہ تک نوجوان اور بوڑھے شریک درس تھے۔ ما قلیل وکثیر کی بحث میں مختلف مذاہب بیان کرتا رہا۔ عبارت پڑھتے پڑھتے ایک جگہ رک گیا۔ سوچ بچار کے بعد کہنے لگا۔ کہ عبارت کے مقصد کو میں نہیں سمجھتا۔ رات کو کافی مطالعہ بھی کیا ہے۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ آپ میں سے اگر کسی کی سمجھ میں آیا ہو تو بیان کریں۔ ہر ایک ایک دوسرے کی جنبش لب کا منتظر نظر آرہا تھا۔ چونکہ میرا لباس پاکستانی

تھا۔ اور چہرے پر داڑھی بھی تھی۔ اس لئے میں ان میں اجنبی محسوس ہو رہا تھا۔ ان کی نگاہیں یکایک میری طرف متوجہ ہوئیں۔ مگر میں خاموش رہا۔ اس نوجوان نے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ یہ جگہ مشکل ہے۔ اسکو چھوڑ کر آگے کتاب الصلوٰۃ کی بحث شروع کر لیں گے۔ ساتھیوں نے کہا بہت اچھا۔ اس جگہ پر نشان لگا بیجئے کسی سے اس کے بارے میں پوچھ لیں گے۔ اس نوجوان کے علمی ذوق و شوق اور جذبۂ تدریس و بے تعلقی کو دیکھ کر مجھے مجبوراً شریک بحث ہونا پڑا۔ میں نے ان کو اس عبارت کی وضاحت کی وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلائل سے کافی متاثر ہوئے۔ عشاء کی نماز تک ہم مصروف گفتگو رہے۔ اس نوجوان نے کہا۔ کہ میں یہاں ایک سکول میں مدرس ہوں، مذہبی کتب سے کافی شغف و محبت ہے۔ مگر یہاں نہ کوئی مذہبی مدرسہ ہے نہ کوئی مدرس ۔۔۔ عشاء کی نماز پڑھانے کے لئے انہوں نے مجھے کہا۔ میں نے معذرت کی کہ میں مسافر ہوں۔ یہ میری سعادت ہوگی کہ حرم ابراہیمی میں مقیم امام کے پیچھے چار رکعت پڑھ لوں ۔۔۔ یہاں کے جودت عبدالبنی نامی ایک نوجوان نے مجھے قرآن مجید کا ایک قیمتی نسخہ بطور تحفہ دیا وداشت دیا۔ صبح کی نماز میں امام نے رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ کی آیتیں تلاوت کیں۔

حرم ابراہیمی میں صاحب لسان اور خوش الحان قاری کی زبان سے ان ہی آیات کا سننا سننے والوں کے دلوں میں لازمی طور پر عجیب کیفیت پیدا کرے گا۔

صبح ایک ہوٹل میں چائے پینے میں مصروف تھا۔ ہوٹل کا مالک ایک بوڑھا شخص تھا۔ دوسرے بوڑھے نے آکر ہوٹل کے مالک کو کہا ؎

یامن بدنیا مشتغل قد غرہ طول الامل

اے دنیا کے کاموں میں مصروف، جسکو حرص نے دھوکہ میں ڈالا ہے۔

مالک ہوٹل نے اس شعر کا جواب دیا کہ حلال کمائی بڑھاپے کی حالت میں حرص نہیں بلکہ قابل تحسین ہے۔ اس موضوع پر دونوں بوڑھے پوری فراخدلی سے بحث مباحثہ کرتے رہے اور میں ذوق سماع حاصل کرتا رہا۔

یہاں بہ نسبت دوسرے شہروں کے کافی ارزانی ہے۔ اور یہاں کی روٹی اور سالن قدرتی طور پر لذیذ اور پُر لطف ہیں۔

قریۂ خلیل سے قریۂ بنی نعیم چھ کیلومیٹر ہے۔ یہاں لوط علیہ السلام کی قبر ہے۔ یہ ایک معمولی بستی ہے۔ یہاں سے "دورہ" دس کیلومیٹر ہے۔ نوح علیہ السلام کا مزار یہاں بتایا جاتا ہے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ

نوح علیہ السلام کی قبر عراق میں ہے۔ خلیل سے واپسی پہ ہم "حلحول" کی بس میں بیٹھے۔ حلحول تقریباً دس میل کے فاصلہ پہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اس میں یونس علیہ السلام کی قبر ہے۔ جو متصل گھر والوں کی تحویل میں ہے۔ ہم نے اہلِ خانہ سے اجازت مانگی۔ ایک عورت نے دروازہ کھول کر ہمیں اندر جانے کی اجازت دی اور وضو کے لئے کنوئیں سے پانی نکالا جو ڈیڑھ دو گز کے فاصلہ پہ ہوگا۔ قبر پہ یہ آیت لکھی گئی ہے:

فنادی فی الظلمت ان لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔

یہاں سے کچھ فاصلہ پہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے توام (جڑواں) بھائی (جو پیغمبر تھے) کی قبر ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی قبر بھی یہاں بتاتے ہیں۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام کی قبر بھی۔

قریۂ حلحول کے سامنے قریۂ بیت عمر ہے جو سامنے دکھائی دیتا ہے۔ اس میں حضرت یونسؑ کے والد محترم بنی متی علیہ السلام کا روضہ ہے۔ حلحول میں ہم اتفاقاً ایک جنازہ میں شریک ہوئے۔ قبرستان میں پہلے سے قبر تیار تھی۔ چونکہ یہ پہاڑی علاقہ ہے۔ اس لئے بروقت قبر کھودنا مشکل ہے۔ تدفین کے بعد تمام لوگ قبرستان سے نکل کر دو صفوں میں کھڑے ہو گئے۔ ایک صف والے ترتیب وار آتے اور دوسری صف والوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے مصافحہ کرتے وقت زبان سے یہ کلمات کہتے جاتے تھے۔ عظم اللہ اجرک واعطاک الصبر والسلوان۔ خدا آپ کو اجر جزیل اور صبر و تسلی بخشے۔ ایستادہ صف میت کے خویش و اقارب پر مشتمل تھی۔ اور بالمقابل کی صف میں گاؤں اور آس پاس کے لوگ تھے۔ جو رخصت لیکر چلے گئے۔ ہمارے علاقہ میں غلط رواج ہے۔ میت کے ورثہ خواہ کتنے غریب ہوں۔ مگر وہ سودی یا غیر سودی قرضہ سے کر جنازہ میں شریک ہونے والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔

حلحول سے ہم قدس کی بس میں بیٹھے۔ واپسی پہ قریۂ خضر میں اترنے کا ارادہ بارش کی وجہ سے ترک کرنا پڑا۔ بس کے کلینر نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے۔ پاکستان میں عورت کا مہر بہت کم ہے۔ میں نے کہا پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف مقدار میں مہر دیا جاتا ہے۔ تاہم عام طور پانچسو روپیہ سے ایک ہزار تک مہر ہے۔ اس نے کہا یہاں ایک سو دینار (دو ہزار روپیہ) مہر معجل (نقد) ہے۔ اور ڈیڑھ سو دو سو دینار (تین چار ہزار روپیہ) مہر غیر مؤجل ہے۔ (یعنی خاوند کے ذمہ ہے جب بھی خاوند کی استطاعت ہو وہ عورت کو ادا کریگا۔) اس نے کہا کہ مہر کی گرانی نے بہت سے نوجوانوں کو شادی کے انتظار میں بوڑھا کر دیا ہے۔ اور کئی نوجوان لڑکیاں تجرد کی زندگی بسر کرتے کرتے سر کے بال سفید کر چکی ہیں۔ میں نے کلینر کو بتایا کہ یہی حالت وہاں بھی ہے۔

(باقی آئندہ)

بحث و تمحیص

از مولانا محمد میاں صاحب مدظلہٗ دہلی

رویت ہلال کے سلسلہ میں
جمعیۃ علماء ہند کا فیصلہ

مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کی قرارداد اور جواب طلب مسائل

مضمون ہذا بغرض اشاعت الحق ارسال ہے۔ ضرورت ہے کہ حضرات علماء ان سوالات پر غور فرماکر رائے قائم فرمالیں۔

محمد میاں
خادم دارالافتاء مدرسہ امینیہ دہلی
سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند

سولہ سال ہو گئے ۱۸ - ۱۹ ر اگست ۱۹۵۱ء کو جمعیۃ علماء ہند نے اجلاس مرادآباد میں جسکو اکابر علماء خصوصاً حضرت علامہ مولانا کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہندؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہما اللہ کی شرکت کا شرف حاصل ہے۔ رویت ہلال کے سلسلے میں یہ متفقہ فیصلہ صادر فرمایا تھا۔ "اگر ریڈیو کے ذریعہ آنے والی خبر کے متعلق یہ اطمینان ہو جائے۔ کہ جس جگہ سے ریڈیو کی خبر دی جارہی ہے وہاں کے علماء نے چاند ہونے کی باقاعدہ شہادت لیکر چاند ہونے کا حکم کردیا ہے۔ خبر دینے والا بھی متعین ہو کہ کوئی مسلم معتمد خبر دیتا ہو تو اس اعلان پر اعتماد کرکے دوسرے مقامات میں بھی چاند ہو جانے کے حکم پر عمل کیا جانا جائز ہے۔ اور تمام ہندوستان کے شہروں اور قصبوں میں متعین ذمہ دار جماعات اس کے موافق حکم کریں تو ان پر عمل کیا جائے۔ یہ حکم تمام ہندوستان و پاکستان کیلئے ہے۔"

— اس فیصلہ نے یہ بات واضح کردی تھی۔ کہ ریڈیو کی خبر کو مجہول قرار دے کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ایک قابل التفات خبر ہے اور اگر (۱) خبر دینے والا شخص متعین ہو۔ (۲) وہ مسلم معتمد ہو۔

(۳) اس تصریح کے ساتھ خبر دے کہ جہاں سے خبر دے رہا ہے۔ وہاں کے علماء نے باقاعدہ شہادت لیکر چاند ہونے کا حکم کیا ہے۔ تو مقامی ذمہ دار جماعت اس کے موافق فیصلہ کر سکتی ہے۔ اس مقام کے مسلمانوں کو اس کمیٹی کے فیصلہ پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ فیصلہ کی تصریح یہ بھی ہے۔ کہ جسطرح ہندوستان کے کسی ریڈیو اسٹیشن سے شائع ہونے والی خبر پر (شرائط مذکورہ کیساتھ) عمل کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی پاکستان کے کسی ریڈیو اسٹیشن سے شائع ہونے والی خبر پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ کہ تمام دنیا کے لحاظ سے اختلاف مطالع کا اعتبار ہو یا نہ ہو جہاں تک ہند و پاکستان کی حدود ہیں ان میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے۔

جمعیۃ العلماء کا یہ فیصلہ سولہ سال کے عرصہ میں بار بار شائع ہو چکا ہے۔ اس پر بحث و تمحیص اور جرح و تنقید بھی ہوتی رہی ہے۔ لیکن چند سوالات ایسے ہیں جن کے جواب اس فیصلہ سے محروم نہیں ہوتے۔ یہ سوالات تشنہ ہیں۔ اور صحیح جوابات کے لئے مضطرب ہیں۔ مثلاً یہ سوال ۱۔ اگر ہند و پاکستان کی حدود تک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے تو کیا کسی اور ملک کے لحاظ سے اعتبار ہوگا۔ اگر ہوگا تو کب، کس فاصلہ پر اور کیا اس کے لئے کوئی ضابطہ ہے۔؟ ۲۔ ریڈیو کی خبر کو خبر کی حیثیت دی جائے یا اعلان کی یا علامت کی، خبر کی حیثیت دی جاتی ہے۔ تو اس پر فیصلہ درست نہیں ہے۔ تاوقتیکہ خبر مستفیض نہ ہو۔ اور اگر اعلان یا علامت کی حیثیت دی جاتی ہے۔ تو اسلام و اعتماد اور تعین کی شرطیں بے محل ہیں۔ کیونکہ علامت کے لئے اسلام و اعتماد تو کیا ذی روح یا انسان ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ گھنٹے کی آواز، توپ کا گولہ، منارے کی روشنی علامتیں ہیں۔ اور اعلان کرنے والا اگرچہ انسان ہوگا مگر اعلانچی کے لئے تعارف، اعتماد اور تدین حتی کہ اسلام کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ۳۔ ہمارا تعامل یہ ہے کہ مقامی حد تک ریڈیو کی خبر کو اعلان یا خبر مستفیض کی حیثیت دی جاتی ہے۔ دہلی، کلکتہ یا بمبئی جیسے شہر جو کئی کئی سو مربع میل میں پھیلے ہوئے ہیں، ان شہروں کی کمیٹیوں کے فیصلے اگر ریڈیو سے شائع کئے جائیں تو شہر کی حدود تک تسلیم کرتے جاتے ہیں۔ لیکن دوسرے مقامات کیلئے یہ علامت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہاں کے لئے وہاں کی مقامی کمیٹی کے فیصلہ کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے شہادت مہیا ہونی چاہیئے یا خبر مستفیض۔ ۴۔ ان شہروں کی مقامی کمیٹیاں صرف مقامی ہیں۔ اگر کوئی کمیٹی ایسی ہو جو پورے ملک کی نمائندگی کرتی ہو اور اس کا فیصلہ پورے ملک کیلئے تسلیم کیا جائے تو اس کے فیصلہ کی اشاعت جو ریڈیو سے ہوگی وہ علامت کی حیثیت رکھے گی اور جسطرح مثلاً دہلی کے گوشہ گوشہ میں دہلی کی کمیٹی کے فیصلہ پر عمل کیا جاتا ہے۔ پورے ملک میں اس کمیٹی کے فیصلہ پر عمل کیا

جائے گا. یا اسوقت بھی ہر مقام کے لئے مقامی کمیٹی کے فیصلہ کی ضرورت ہوگی۔ ۵۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ریڈیو کی خبر کو مستفیض کی حیثیت دی جائے۔ اس وقت یہ تو ضروری ہوگا کہ خبر مستند ہو یعنی خبر میں یہ صراحت کی گئی ہو کہ چاند ہونے کا فیصلہ کس نے کیا اور کس طرح کیا. لیکن یہ ضروری نہیں ہوگا کہ مقامی کمیٹی فیصلہ صادر کرے بلکہ بقول شمس الائمہ سرخسیؒ وہی فیصلہ جو اس مقام پر ہوا ہے، جہاں کی اطلاع دی جارہی ہے وہی یہاں بھی نافذ ہو جائے گا۔

مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ایک سوالنامہ مرتب کر کے حضرات علماء کے پاس بھیجا۔ ہندوستان و پاکستان کے دس علماء کرام اور مفتی صاحبان نے اس کے جوابات مجلس کے پاس بھیجے۔ ۳، ۴ مئی ۱۹۶۷ء کو مجلس کا اجتماع لکھنؤ میں ہوا جن میں مندرجہ ذیل دس حضرات نے شرکت کی۔ مولانا ابوالحسن صاحب ندوی۔ مولانا معین الدین صاحب ندوی۔ مولانا محمد ظفیر الدین صاحب۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی۔ مولانا عون احمد صاحب قادری۔ مولانا اویس صاحب ندوی۔ مولانا عمران خاں صاحب۔ مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی۔ مولانا عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی۔ مولانا محمد اسحاق صاحب ندوی اس مجلس نے اپنے غور و فکر کے نتیجے کو ۱۴ دفعات (مشترد) میں بیان کیا ہے۔ جمعیۃ العلماء کے فتویٰ میں جو باتیں واضح کی گئی تھیں یہ دفعات بطور اصول مسلمہ ان کی تائید کرتی ہیں. مگر جمعیۃ العلماء کے فتویٰ پر جو سوالات وارد ہوتے تھے ان میں سے صرف اختلاف مطالع سے متعلق تو ایک صراحت کی گئی ہے. باقی سوالات پھر بھی تشنہ رہ گئے ہیں۔

مطالع کے بارے میں مجلس تحقیقات کا فیصلہ یہ ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔ اور بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادۃً انکی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہو۔ (دفعہ ۲۔۳)

دفعہ ۴ میں کہا گیا ہے کہ مجلس اس سلسلے میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ مطلع کتنی مسافت پر بدلتا ہے، اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے. مجلس تحقیقات نے ہند و پاک کے مطلع کو ایک قرار دے دیا ہے۔ (دفعہ ۵) البتہ دفعہ ۶ میں کہا گیا ہے. کہ مصر و حجاز جیسے دور دراز ملکوں کا مطلع ہند و پاک کے مطلع سے علٰحدہ ہے. ہوائی جہاز سے چاند دیکھنے کے تکلف کو بھی مجلس تحقیقات نے غیر معتبر قرار دیا ہے۔

مطالع کے علاوہ ریڈیو کی خبر کے متعلق جو تضاد جمعیۃ العلماء کی تجویز میں معلوم ہو رہا ہے مجلس تحقیقات اس تضاد کو رفع نہیں کر سکی. بلکہ دفعہ ۸، ۱۰ کو ملا کر پڑھا جائے تو یہ تضاد کچھ زیادہ ابھر کر سامنے آجاتا

ہے۔ دفعہ ۸ میں تصریح ہے کہ ریڈیو سے رویت ہلال کا اعلان خبر ہے شہادت نہیں ہے۔ اس تصریح کے بموجب اس خبر کی تصدیق کے لئے شہادت یا استفاضہ کی ضرورت ہے، مگر دفعہ ۱۰ میں اس خبر کو اعلان کی حیثیت دی گئی ہے۔ اور اعلان کرنے والے کے لئے اسلام کی شرط بھی نہیں لگائی گئی بلکہ غیر مسلم ملازم کے اعلان کو بھی قابل اعتبار سمجھا ہے۔ صرف ایک شرط برقرار رکھی ہے کہ یہ خبر کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بتصریح تام) کے فیصلہ کا اعلان کرے۔

راقم الحروف کے خیال میں مجلس تحقیقات کی تحریر کے ان نمبروں (۸ تا ۱۰) کی مختصر اور واضح تعبیر یہ ہے کہ۔ ریڈیو کی خبر اعلان کا درجہ رکھتی ہے۔ اعلان کرنے والے کے لئے تدین یا اسلام کی شرط نہیں ہوتی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ خبر میں یہ تصریح ہو کہ ذمہ دار کمیٹی یا علماء یا فلاں قاضی شریعت نے رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر خبر مجمل ہو کہ فلاں شہر میں چاند دیکھا گیا، یا کل عید منائی جائے گی۔ تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔

راقم الحروف نے اس مضمون کے (۳) میں لکھا ہے۔ کہ مقامی طور پر ریڈیو کی خبر کو اعلان یا علامت کی حیثیت دی جاتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ دوسرے مقام پر اسکو کیا حیثیت دی جائے گی۔ اگر یہ کمیٹی ایسی حیثیت رکھتی ہے کہ اس کا فیصلہ دوسرے مقام میں بھی نافذ ہوتا ہے: تو پھر کسی مقامی کمیٹی یا اس کے فیصلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر وہ دوسرا مقام اس کے تابع نہیں ہے تو اس مقام کی کمیٹی اس اعلان کو کیا حیثیت دے گی۔

اس کے حق میں تو لا محالہ یہ اعلان ایک خبر ہی ہے اور جبتک استفاضہ یا شہادت نہ ہو صرف خبر پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ مجلس تحقیقات نے ۱۳ میں غلجان انگیز گریز کیا ہے۔ اگر یہ صورت ہو کہ مختلف شہروں کے ریڈیو الگ الگ خبر دیں کہ یہاں یہاں چاند دیکھا گیا ہے تو اس کو خبر استفاضہ کی حیثیت دی جائے گی یا نہیں۔ مجلس تحقیقات کو اس بارے میں فیصلہ کرنا چاہئے تھا۔ مگر مجلس نے کوئی فیصلہ نہیں دیا بلکہ یہ کہہ کر فیصلہ سے گریز کیا ہے کہ تعدد خبر کی بنیاد پر غور کر کے فیصلہ کرنا کہ یہ خبر مستفیض ہے یا نہیں اور یہ اعلان قابل اعتبار ہے یا نہیں علماء کا کام ہے۔ عوام کا فیصلہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ بہر حال یہ سوالات پھر بھی باقی رہ گئے۔ ۱۔ ریڈیو کی اطلاع کو اعلان قرار دیا جاتے، جیسے ڈھنڈورچی کا اعلان ہوتا ہے یا اسکو خبر قرار دیا جائے جس کے لئے تبیّن ضروری ہے۔ قولہ تعالیٰ فتبینوا۔ ۲۔ تبیّن کے لئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ خبر تفصیلی ہو یا شہادت یا استفاضہ کی بھی ضرورت ہے۔ ۳۔ مقامی اور غیر مقامی کا فرق ہے کہ مثلاً دہلی کے حدود میں ریڈیو کی اطلاع کو اعلان اور علامت کی حیثیت دی جائے۔ اور

دوسرے مقامات میں اسکو خبر قرار دیا جائے یا تمام مقامات کی ایک ہی حیثیت ہے۔ ۴۔ پاکستان میں مرکزی کمیٹی کا فیصلہ پوری مملکت میں نافذ ہونا چاہیئے وہاں اس فیصلہ کی اطلاع ریڈیو سے دی جائے تو وہ اعلان کی حیثیت رکھے گی مگر پاکستان کی مرکزی کمیٹی ہندوستان کی نمائندگی نہیں کرتی لیکن یہاں بھی اگر کوئی مرکزی کمیٹی بنادی جائے تو اس کا فیصلہ پورے ملک کے لئے ہوگا۔ اور ریڈیو سے اس کے فیصلہ کا اعلان ڈھنڈورچی کے اعلان کی حیثیت رکھے گا۔ جو سب جگہ قابل ہوگا۔ یا یہاں یہ صورت نہیں ہو سکتی۔ اگر بالفرض دہلی کی ہلال کمیٹی یہ اعلان کر دے کہ وہ اس بارے میں پورے ملک کی نمائندہ ہے تو یہ قابلِ اعتبار ہوگا یا مرکزی کمیٹی کی تشکیل کے لئے کوئی اور صورت اختیار کی جائے گی۔ اور وہ کیا ہوگی ــــــ ضرورت ہے کہ حضرات علماء ان سوالات پر غور فرما کر رائے قائم فرمائیں۔

حضرت مولانا امین الحق صاحب مدظلہ، خطیب شیخوپورہ

نبوّت کی حقیقت اور اسکی عظمت

قسط ۲

انبیاءؑ شرک اور کفر کی تہ بتہ تاریکیوں میں توحید اور عبودیت کی شمع فروزاں بنکر چمکتے ہیں۔ مخلوق خدا کی بے لاگ ہمدردی اور خدا کی مخلوق کو خالق کی پیغام رسانی ان کی پاکیزہ اور بلند زندگی ہے۔ بغض اور محبت کے طوفان خیز جذبات کے بحر نا اعتدال میں صبر اور سکون کو برقرار رکھنا انبیاء کی تاریخ کا پہلا صفحہ ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انبیاءؑ نے اپنی قوموں کو پہلے خطاب میں جس عظیم منصب اور اس کے مناسب ذمہ داری کا اظہار فرمایا ہے۔ یہی نبوّت کی حقیقت ہے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو توحید اور تقویٰ کی طرف بلایا اور دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا، مگر قوم نے کوئی بات نہیں سنی اور الٹا آپ کو مجنون وغیرہ سے یاد کیا۔ قوم کی ناشائستگی کے جواب میں حضرت نوحؑ نے فرمایا۔ (میں جہاں کے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں۔ اپنے رب کے پیغام تم کو پہنچاتا ہوں اور تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔) حضرت ھودؑ نے اپنی قوم کے بیہودہ الزامات کے جواب میں فرمایا۔ (اے میری قوم میں کچھ بے عقل نہیں ہوں، لیکن پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں۔ اپنے رب کے پیغام تم کو پہنچاتا ہوں۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور میری امانت اور دیانت پہلے سے اطمینان کے لائق ہے۔ میری کوئی بات بے عقلی کی نہیں ہے۔ بلکہ مجھے خدا کیطرف سے رسالت کا منصب تفویض ہوا۔ اس کا حق ادا کر رہا ہوں) انبیاء کے خطیب حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو نصیحت کے جواب میں قوم کا متشددانہ جواب سنکر فرمایا۔ (اے میری قوم میں تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا چکا۔ اور تمہاری خیر خواہی کر چکا۔ اب کیا افسوس کروں گا فردوں پر) اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم سے اپنے خطاب میں ارشاد

فرمایا (اے رسول پہنچا دے جو تجھ پر اترا تیرے رب کیطرف سے اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا، تو اس کا پیغام تو نے کچھ نہیں پہنچایا۔)

بفرض محال خدا کے پیغامبر ہونے کی حیثیت سے اگر آپ نے کسی ایک چیز کی تبلیغ میں بھی کوتاہی کی تو یہ سمجھا جائے گا، کہ آپ نے اللہ کی رسالت کا حق کچھ بھی ادا نہیں کیا۔ رسول اللہ صلعم کی تمام تر کوششوں اور قربانیوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ آپ خدا کے سامنے فرض رسالت کی انجام دہی میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائیں اور رسول اللہ صلعم نے جس بے نظیر اولی العزمی جانفشانی اور صبر واستقلال سے تبلیغ رسالت کا فرض ادا کیا وہ اسکی واضح دلیل تھی۔ کہ آپ کو دنیا میں ہر چیز سے بڑھ کر اپنے فرض منصبی رسالت اور بلاغ کی اہمیت کا پورا پورا احساس ہے۔ اور رسول اللہ صلعم کے اس قوی احساس کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفہ تبلیغ میں مزید استحکام اور تثبت کی تاکید کے موقع پر مؤثر ترین عنوان یہی ہو سکتا تھا جو قرآن شریف نے اختیار فرمایا۔

غرض یہ کہ رسالت اور نبوت، اللہ کے پیغامات اور دوسروں تک ان کے پہنچانے کا نام ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کا یہ بیان مذکور ہے۔ رسول اللہ صلعم کے تشریف لے جانے کے بعد ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا آؤ کہ جسطرح رسول اللہ صلعم ام ایمنؓ کی ملاقات کے لیئے تشریف لے جاتے تھے ہم بھی ان کی ملاقات کے لیئے چلیں۔ جب یہ دونوں حضرات ان کے گھر پہنچے تو ان کو دیکھ کر ام ایمنؓ بے ساختہ رو تی ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے استفسار کے جواب میں کہا رونا تو اس پر ہے کہ اب آسمان سے وحی کی آمد کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔) حضرت ام ایمنؓ کی مراد یہ ہے۔ کہ اللہ کی وحی اللہ کی نبوت ہے۔ اور اب نبوت نہیں ہے۔ تو وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اور یہی صحابہ کرامؓ کا اجماعی عقیدہ تھا۔ کہ اب کسی قسم کی نبوۃ باقی نہیں ہے۔ اس لیئے اب خدا کی وحی نہیں آئے گی۔

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ الیواقیت والجواہر صفحہ پر لکھتے ہیں۔ (شیخ ابن عربیؒ نے فرمایا نبی کی حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کو اللہ تعالیٰ ایسے امر کی وحی کرتا ہے کہ وہ صرف اس کے لیئے شریعت ہے۔ اور رسول کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایسے امر کی وحی کرتا ہے، کہ وہ امر اسکی طرح دوسروں کے لیئے بھی شریعت ہے۔ ابن عربیؒ فرماتے ہیں جبریل امینؑ نبی کے سوا کسی کے دل پر بھی کبھی وحی نہیں اتارتا اور نبی کے سوا ایک جگہ کی بھی غیر نبی کو وحی نہیں کرتا ہے کہ نبوت اور رسالت کے انقطاع کے بعد اللہ کی وحی اور امر کی آمد بند کر دی گئی ہے۔)

خلاصہ یہ ہے کہ نبیؑ اللہ کے پیغامات کو اللہ کی وحی میں لیتا ہے۔ اور اپنی قوم کو اللہ کے پیغامات پہنچاتا ہے۔ اور یہ اسکی شریعت ہے۔ قوم کی تمام درشتیوں اور لغو گوئیوں کو برداشت کرتا ہے۔ اور کسی وقت بھی مایوس نہیں ہوتا۔ پیغمبرانہ وظائف میں کوتاہی نہیں کرتا اور اس عظیم منصب کے مناسب خدمات سے کسی دوسری طرف توجہ نہیں کرتا ہے۔ نبیؑ کا ایک مقررہ کام ہے جسکو اللہ کی مشیت کے تحت انجام دیتا ہے۔ نبیؑ کا ماحول خواہ اس کا مخالف ہو یا اس کے موافق نبیؑ اس کا اثر نہیں لیتا۔ حق تعالیٰ نبیؑ کی پوری نگرانی رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ انبیاءؑ کی عصمت کا تکفل کرتا ہے۔ اس لئے چالاک شریروں کی فریب بازیوں سے کچھ بھی قریب نہیں ہوتے۔ انبیاءؑ میں تقویٰ کی فطری قوت مضبوط اور ناقابل تزلزل ہوتی ہے۔ انبیاءؑ کے پایۂ استقامت میں کسی وقت بھی فرق نہیں آتا۔ انبیاءؑ کی پوری توجہ صرف اللہ کی مشیت اور مخلوق خدا کی ہدایت پر ہوتی ہے۔ انبیاءؑ کی دعوت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے سوا قطعاً کوئی دوسری دعوت نہیں ہوتی ہے انبیاءؑ کی تاریخ اور سیرت جاننے والے پورے یقین اور وثوق کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کا پورا مطمع نظر رب کے رسالات کی تبلیغ کے سوا کسی کی خدمتگزاری اور رضا جوئی ہے۔ تو وہ اللہ کا نبی نہیں ہے۔ بلکہ وہ جسکی خدمت کرتا ہے۔ اور جسکی رضا اور خوشنودی چاہتا ہے۔ اس کا ساختہ اور لگایا ہوا پودہ ہے۔ اور جس نے نبوۃ اور خدا کی وحی کا دعویٰ کیا۔ اور تشریع کا انکار کرتا ہے تو یہ فریب اور بنایا ہوا غیر شرعی مسودہ ہے۔ جیسا کہ پنجاب کا متنبی نبوت اور وحی کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر کھلے الفاظ میں تشریع کا انکار کرتا ہے۔ اگرچہ اس کو اپنی وحی میں امر اور نہی کی تشریع کا بھی دعویٰ ہے۔ اور سرکار انگریزی کی خدمات پر فخر کرتا ہے۔ چنانچہ ستارۂ قیصرہ میں لکھتے ہیں۔ (اور مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعاگو رہے) واقعی ہم مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جس متنبی کا یہ حال ہے۔ کہ انگریزی گورنمنٹ کی اطاعت میں مذکورہ سرگرمی رکھتا ہے۔ اور تمام عمر اس کا شکر گزار اور دعاگو رہا ہے۔ اس کو یقیناً اللہ کی نبوت اور اللہ کے انبیاءؑ کے پیغمبرانہ منصب اور نبوت کے وظائف سے دور اور قریب کا کچھ بھی تعلق اور جوڑ نہیں ہے ——— .. (باقی آئندہ)

الحاج ڈاکٹر عبدالکریم جرمانوس ہنگری کے مستشرق اور علم و ادب میں بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ وہ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے درمیان برصغیر ہند و پاک آتے رہتے۔ کچھ عرصہ ڈاکٹر ٹیگور کے شانتی نکیتن میں شریک رہ کر جامعہ ملیہ دہلی گئے جہاں انہوں نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کئی زبانوں کے ماہر ہیں۔ خصوصاً ترکی میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ مشرقی علوم کا مطالعہ اسلام کیطرف آپ کی راہنمائی کا سبب ہوا تھا۔ (ادارہ)

میں اپنے عنفوانِ شباب کے زمانے میں برسات کی خوشگوار سہ پہر کو ایک مصور رسالہ پڑھ رہا تھا۔ اس کے صفحات پر عصر حاضر کے مباحث کے ساتھ ساتھ دلچسپ افسانے اور دُور دراز ملکوں کے حالات چھپے ہوتے تھے۔ میں رسالے کے ورق الٹ پلٹ رہا تھا کہ نگاہ ایک تصویر پر اٹکی۔ یہ تصویر کچھ چھت دار مکانوں کی تھی، جا بجا کچھ گنبد اور مینار آسمان کیطرف بلند ہوتے تھے۔ اور بہت سے آدمی زرق برق لباس پہنے سیدھی صفوں میں دو زانوں بیٹھے ہوئے تھے۔

تصویر کا منظر ہمارے مغربی مناظر سے بالکل مختلف تھا۔ اس لئے میری توجہ اس میں جذب ہو کر رہ گئی۔ ایک نامعلوم سی بے چینی پیدا ہوئی کہ اس تصویر کا مفہوم پیش کیا جائے۔

میں نے ترکی پڑھنا شروع کی مجھے بہت جلد یہ معلوم ہو گیا کہ ترکی ادب میں اس کے اپنے الفاظ بہت کم ہیں۔ اس کی نثر میں فارسی اور نظم میں عربی عنصر غالب ہے۔ اب میں نے ترکی کیساتھ عربی اور فارسی کی تحصیل بھی شروع کر دی۔ میرے سامنے یہ مقصد تھا کہ ان زبانوں کے ذریعے سے اپنے آپ کو اس روحانی دنیا میں داخل ہونے کے قابل بنا سکوں جس کی تابناکیوں نے انسانیت کو جگمگا

دیا ہے۔

خوش قسمتی سے ایک مرتبہ موسم گرما کی تعطیلات میں مجھے بوسینیا کے سفر کا اتفاق ہوا۔ یہ ایشیائی ملکوں میں ہمارا سب سے قریبی ملک ہے۔ وہاں میں نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور جیتے جاگتے، چلتے پھرتے مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے لگا۔

رات کا وقت تھا، مدھم برقی روشنی سڑکوں پر پڑ رہی تھی میں ایک کم حیثیت کیفے میں داخل ہوا اندر معمولی اسٹولوں پر بیٹھے ہوئے دو بوسینی قہوے کا لطف اٹھا رہے تھے۔ وہ ترکوں کے روائتی گھیر دار پائجامے پہنے ہوئے تھے۔ جو کمر پر سے پیٹیوں کے ذریعہ بندھے ہوئے تھے، ہر ایک کی پیٹی میں ایک خنجر لٹکا ہوا تھا۔ پوشاک اور وضع قطع سے وہ فوجی معلوم ہوتے تھے۔ میں دھڑکتے دل کیساتھ ان سے کچھ دوری پر ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔

دونوں نے میری طرف متجسس نگاہوں سے دیکھا۔ میری رگوں میں خون منجمد ہو کر رہ گیا اور تمام قصے ذہن میں تازہ ہو گئے جو میں کتابوں میں مسلمانوں کے متعصبانہ تشدد اور عدم رواداری کی بابت پڑھ چکا تھا وہ دونوں آپس میں کچھ سرگوشی کر رہے تھے۔ اور جہاں تک میں سمجھ سکا موضوع سخن کیفے میں اس وقت میری غیر متوقع موجودگی تھی۔ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ اس خطرناک ماحول سے میں نے نکل جانے کا ارادہ کیا لیکن مجھ میں اٹھنے کی سکت باقی نہ رہی تھی۔

میں اس پریشانی میں مبتلا تھا کہ ہوٹل کے ملازم نے خوشبودار قہوے کی ایک پیالی لا کر میرے سامنے رکھ دی اور ان خوفناک آدمیوں کیطرف اشارہ کیا کہ یہ انہوں نے بھیجی ہے۔ میں نے ان آدمیوں پر گہری نظر ڈالی اس پر ان میں سے ایک نے متبسم چہرے کیساتھ نرم اور شیریں آواز میں مجھے سلام کیا۔ میں نے بادل نخواستہ مصنوعی مسکراہٹ کیساتھ سلام کا جواب دیا۔ میرے دونوں مفروضہ دشمن اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے قریب آ گئے۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ کم از کم مجھے کیفے سے نکال باہر کریں گے۔ لیکن انہوں نے پہلے سے کہیں زیادہ شیریں لہجہ میں سلام کیا اور میری چھوٹی میز کے سامنے بیٹھ گئے۔ ایک نے تپاک کیساتھ سگار پیش کیا۔ ان کے شریفانہ برتاؤ سے مجھے محسوس ہونے لگا کہ اس فوجی لباس کے اندر خلیق اور متواضع روح پوشیدہ ہے۔

انہوں نے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ میں قدیم ترکی زبان میں ان کی باتوں کا جواب دیتا رہا۔ یہ بات چیت بڑے کام کی ثابت ہوئی۔ انہوں نے بڑے خلوص کیساتھ مجھے اپنے یہاں مدعو کیا۔ مسلمانوں سے ذاتی طور پر یہ میری پہلی ملاقات تھی۔

دن ، مہینے ، برس گوناگوں واقعات وحادثات اپنے دامن میں لیکر آتے اور گذرتے رہے، علم کا ہر مشغلہ اور زمانے کا ہر واقعہ مجھے ایک نئے تجربے سے دوچار کرتا رہا ، میں نے یورپ کے تمام ملکوں کی سیاحت کی قسطنطنیہ یونیورسٹی میں تعلیم پائی ۔ ایشیائے کوچک اور شام کی تاریخی یادگاروں اور قدرتی مناظر کی رعنائیوں کا مشاہدہ کیا اور عربی فارسی اور ترکی میں فارغ التحصیل ہوکر یونیورسٹی بوڈاپسٹ میں شعبہ اسلامیات کا صدر مقرر ہوگیا

میں نے علم کے خشک وتر ذخیرے کا بڑا حصہ حاصل کرلیا جو صدیوں سے جمع ہوتا چلا آرہا تھا۔ ہزارہا کتابوں کی ورق گردانی کر ڈالی لیکن کتابی معلومات کا یہ سرمایہ میرے قلب کی تسکین کا سامان نہ کرسکا دماغ سیراب تھا ، لیکن روح تشنہ تھی ۔ میری دلی تمنا تھی کہ جو کچھ میں نے اب تک پڑھا ہے اسے یکسر فراموش کرکے دل کی داخلی کیفیت میں کھو جاؤں ۔ میری روح مقدس مذہب کے سدا بہار چمن سے مشک بیز ہونا چاہتی تھی ، میں چاہتا تھا کہ لوہا جس طرح کچے لوہے کو آگ میں تپاکر اسے فولاد کی شکل دیدیتا ہے ، اسی طرح میرا علم روحانیت کے سوز سے زیادہ کارآمد اور بیش بہا بن جائے ——

ایک رات میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ۔ آپ کی ریش مبارک حنا شدہ تھی (حضور علیہ السلام کی ریش مبارک کا قدرتی رنگ حنا شدہ بالوں کی طرح تھا ۔) لباس سادہ اور پاکیزہ تھا اور اس میں سے ایک عجیب روح پرور خوشبو نکل رہی تھی ۔ آپ نے نہایت دل پذیر لہجہ میں فرمایا :

"تم اتنے پریشان کیوں ہو ۔ ؟ سیدھا راستہ تمہارے سامنے کھلا ہے یقین اور ایمان کی قوت سے اس پر گامزن ہو جاؤ "

میں نے ہمت کرکے عرض کیا ۔ " آپ جیسی عظیم ہستی کیلئے یہ بات بہت آسان تھی جسے خداوند تعالیٰ نے مافوق الفطرت طاقت عطا کی تھی جس نے منصب نبوت پر فائز ہوکر تائید غیبی سے اپنے دشمنوں پر فتح کامل حاصل کی اور جس کی مساعی پر خدا نے عظمت وجلال کا تاج رکھ دیا ۔

آپ نے ذرا تیز نگاہ سے میری طرف دیکھا ۔ پھر کچھ تامل کے بعد ارشاد فرمایا ۔ آپ کی عربی کچھ اسطرح فصیح اور پرشکوہ تھی کہ اس کا ہر لفظ خوشگوار بانگ درا کی مانند میرے کانوں میں رس گھولتا تھا ۔ کلام الٰہی جو آپ کی پیغمبرانہ زبان سے ادا ہو رہا تھا ۔ وہ میرے سینے پر ایک بھاری بوجھ ڈالے دیتا ہے ۔

الم نجعل الارض مھٰدا والجبال اوتادا وخلقناکم ازواجا وجعلنا نومکم سباتا ۔

کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا اور تم کو جوڑے جوڑے کرکے پیدا کیا اور ہم ہی نے تمہارے سونے کی چیز کو راحت بنایا ۔

اس کے بعد اچانک میری آنکھ کھل گئی میں نے کراہتے ہوئے کہا۔ اب مجھے نیند نہیں آسکتی۔ میں اس راز کو نہیں سمجھ سکتا جو ان پردوں میں نہاں ہے۔ میرے منہ سے خوفناک چیخ نکل گئی۔ بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہا، حضرت پیغمبر اسلام کی خشمگین نگاہ سے میرے دل میں دہشت پیدا ہوگئی۔ پھر ایسا محسوس ہوا کہ مجھ پر گہری نیند طاری ہوگئی ہے۔ میں اچانک جاگ اٹھا رگوں میں دوران خون تیز ہوگیا تھا۔ سارا جسم پسینے پسینے ہو رہا تھا جوڑ جوڑ میں درد تھا۔ زبان گنگ ہو رہی تھی بے حد اضمحلال اور تنہائی کا احساس ہو رہا تھا۔

دوسرے جمعہ کو جامع مسجد دہلی میں ایک دوسرا منظر آنکھوں کے سامنے تھا، بھورے بالوں اور زرد چہرے کا ایک اجنبی چند محترم ہستیوں کیساتھ مجمع میں سے اپنا راستہ بناتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ میں ہندوستانی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ سر پر رامپوری ٹوپی تھی، سینے پر سابق سلاطین ترکی کے عطا کردہ نشانات امتیاز آویزاں تھے۔ ایک مختصر سی جماعت مجھے لئے سیدھے منبر کے سامنے پہنچی یہاں علماء اور بزرگان ملت بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بلند آواز سے "السلام علیکم" کہہ کر استقبال کیا۔ میں منبر کے قریب بیٹھ گیا۔ میری آنکھیں بلا ارادہ تھوڑی دیر کے لئے اٹھ کر مسجد کی تعمیری صنعتکاری اور محراب و در کی زیب و زینت کیطرف جم گئیں۔ درمیان کی بلند محراب پر شہد کی مکھیوں نے چھتے لگا رکھے تھے جن کے گرد وہ مجمع سے بے خبر چکر لگا رہی تھیں۔

یکایک اذان کی صدا بلند ہوئی جسے دوسرے مکبروں نے جو دوسرے مناسب مقامات پر استادہ تھے، اپنی صداؤں سے مسجد کے گوشے گوشے میں پہنچا دیا۔ اس الہٰی حکم پر تقریباً چار ہزار مسلمان سپاہیوں کیطرح اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک دوسرے کے پیچھے قریب قریب صفیں جما کر بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی، یہ بڑا پرکیف اور حسین نظارہ تھا۔ نماز پڑھنے والوں میں ایک میں تھا۔

خطبہ ختم ہونے کے بعد عبدالحی ہاتھ پکڑ کر مجھے منبر کے قریب لے گئے زینے پر میرے قدم رکھتے ہی مجمع میں ایک حرکت پیدا ہوئی، پگڑیوں سے آراستہ ہزاروں سر لہلہاتے چمن زار کیطرح جنبش میں آگئے۔ سفید ریش علماء نے میرے گرد حلقہ سا بنا لیا ان کی پرشوق نگاہیں اور شگفتہ نورانی چہرے ہر ساعت میری ہمت بڑھا رہے تھے، میرے اندر جرأت و امنگ پیدا ہوگئی تھی۔ کسی جھجک کے بغیر میں نے منبر کے ساتویں زینے پر قدم رکھا۔

میں نے اپنی نگاہ سے مجمع کا جائزہ لیا جو مسجد کے آخری سرے تک بحر مواج کیطرح نظر آتا

تھا۔ پچھلی صفوں کے لوگ گردن اٹھا اٹھا کر مجھے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا جیسے انسانوں کے اس سمندر میں ہلکا سا طلاطم برپا ہو گیا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر بعض لوگوں کے منہ سے بے ساختہ ماشاء اللہ نکل گیا میں نے اپنی تقریر عربی میں ان الفاظ سے شروع کی :

" ایہا السادات الکرام ! میں ایک دور دراز ملک سے سفر کر کے آیا ہوں۔ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے جو مجھے میرے وطن میں حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ میں آپ کے پاس روحانی فیضان حاصل کرنے آیا تھا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے اس سے مستفید فرمایا۔ اس کے بعد میں تقریر کے اصل موضوع کیطرف آیا ـــــ

میں نے کہا :۔

" مسلمانوں میں یہ بات عام ہے کہ بس خدا ہی جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے : ہمارے چاہنے سے اور کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن قرآن یہ کہتا ہے کہ ہم نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی جس نے خود اپنی حالت کے بدلنے کی کوشش نہیں کی "

میں نے آیت کی تفسیر کر کے اس کا مفہوم و منشاء بیان کیا۔ اور تقویٰ کی زندگی اور گناہ و طغیان کے خلاف جہاد کرنے پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ تقریر کے دوران میں " اللہ اکبر کے وجد آفرین نعروں سے فضا بار بار گونج اٹھتی تھی۔ بیان ختم کر کے میں وہیں منبر پر بیٹھ گیا۔ میرے دل میں جذبات کا طوفان اس طرح موجزن تھا کہ اس وقت کی کوئی اور بات سوائے اس کے یاد نہیں رہی کہ اسلم نے ہاتھ کے سہارے مجھے منبر سے نیچے اتارا اور مسجد سے باہر لے چلے۔

میں نے پوچھا کہ آخر اتنی جلدی کیوں ہے۔؟ لیکن ذرا ہی دیر میں اس کا سبب معلوم ہو گیا باہر بے شمار لوگ بڑی بے تابی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے بڑی گرمجوشی کیساتھ مجھ سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ ناتواں اور عمر رسیدہ لوگ جو مجھ تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ بڑی محبت کی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ہر شخص اپنے لئے دعا کا خواستگار اور میرے ہاتھوں اور پیشانی کو بوسہ دینے کے لئے بیقرار ہو رہا تھا۔ میں نے پوری قوت سے گھٹی ہوئی آواز میں کہا :

اے اللہ کے نیک بندو ! آپ مجھے اپنے اوپر اتنی ترجیح کیوں دے رہے ہیں۔ بیشمار حشرات الارض میں میرا بھی شمار ہے : میری مثال اس ایک پتنگے کی سی ہے جو روشنی کیطرف بڑھ رہا ہے ؟

اپنے ساتھ اللہ کے ان مخلص بندوں کی عقیدت و محبت دیکھ کر میرا دل عجز و ندامت سے پانی پانی ہوا جارہا تھا۔

ڈاکٹر علی سلمان

فرانس کے ایک سربرآوردہ لیڈر اور عالم ڈاکٹر علی سلمان بنوٹسٹ نے اس موضوع پر کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا" لکھا ہے کہ فرانس کے ایک معزز مسیحی کیتھولک خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے اور ایک ڈاکٹر کی حیثیت میں مجھے تمدن و سائنس دانوں کے حلقوں میں زبردست اہمیت حاصل ہوئی اور مجھے اس بات کا موقع مل سکا کہ میں سائنسی ریسرچ اور تمدن کے نکات پر ملک کے چیدہ اور سربرآوردہ ماہرین سے مشورہ اور تبادلہ خیال کرسکوں۔

عیسائی رہتے ہوئے میں خدا کا منکر نہ تھا بلکہ میں عیسائی عقیدہ کے مطابق خدا کے وجود کا قائل تھا۔ لیکن جب تک میں عیسائی عقائد کا پابند تھا اور جب تک مجھ پر اسلام کے عقائد کی روشنیاں نہ پڑی تھیں اسوقت تک خدا کے وجود کا مسئلہ میرے لئے بہت مبہم بنا رہا اور جو شکوک و شبہات میرے ذہن میں خدا کے وجود کے متعلق ابھرتے رہے۔ ان کا ازالہ کبھی نہ ہوسکا۔ خدا کے وجود کے متعلق مسیحی عقیدہ نے میرے ذہن کو جو کچھ دیا وہ اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ میں اس مسئلہ میں آنکھیں بند کرکے ان عقائد کے مطابق جو پادریوں نے مجھے سکھائے تھے خدا کے وجود کے متعلق ان کے نظریات کو تسلیم کرسکوں اور شکوک و شبہات کا ازالہ کرنے کے لئے کسی سے استفادہ نہ کرسکوں۔ دلائل کی تلاش نہ کروں اور تحقیق نہ کروں اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے شک و شبہات بڑھتے ہی رہے ــــ اسلام قبول کرنے اور اسلام کے متعلق کچھ جاننے سے قبل ہی میں اسلام کے کلمۂ طیب کے پہلے جزو کا قائل تھا۔ یعنی اس حقیقت کو عیسائیت کے دور میں بھی تسلیم کرتا تھا۔ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" یعنی عبادت کے لائق اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اللہ کی ذات کے متعلق تحقیق کے دوران میں اس نظریے سے بہت متاثر ہوا جسکی تلقین قرآن شریف کی ۱۱۲ ویں سورۃ (سورہ اخلاص میں کی گئی) اور بتایا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ نہ کوئی اس کا شریک اور ہمسر ہے۔

خدا کی ذات کے متعلق عیسائیت کے نظریۂ تثلیث نے میرے ذہن میں جو شکوک و شبہات پیدا کردئے تھے سورہ اخلاص سے ان کا ازالہ ہوگیا اور پہلی مرتبہ سورہ اخلاص کی روشنی میں ہی اللہ

تعالیٰ کی ذات کا صحیح طور پر علم ہوا اور میرے ذہن نے اسکی ذات کے متعلق اس نظریہ کو اتنا حقیقی تسلیم کیا کہ اس سورہ کو پڑھنے کے بعد ہی میں نے اسلام میں غیر معمولی کشش محسوس کی تین چیزوں نے میرے ذہن میں اس زمانے میں مذہب عیسائیت سے بددلی پیدا کی ان میں یہ عقیدہ بھی تھا کہ پادریوں کو خدا نے اپنی جانب سے بندوں کو معافی دینے کے اختیارات ودیعت کئے ہیں۔ میرے ذہن میں اس نظریہ کے متعلق ہمیشہ شکوک ابھرتے رہے کیونکہ میں نے ہمیشہ ہی سوچا کہ کسی انسان کو خدا کے اختیارات میں حصہ کیسے مل سکتا ہے اور آخر کار اس نظریہ کی تردید میں مجھے اسلام کا وہ نظریہ ملا جس نے خدا کی وحدانیت کی صحیح حدود قائم کی ہوں، میں تفصیلات میں جاکر عیسائی مذہب کے نظریات وعقائد کی خامیاں بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ عیسائی مذہب میں جو شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام نے ان شکوک کا ازالہ کر دیا ہے۔ اس لئے مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ اسلام ہی حقیقی مذہب ہے جس میں خدا کی ذات اور اسکی صفات کے صحیح تخیل کی تعلیم دی گئی ہے۔

جن چیزوں نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی ان میں ایک بات اسلامی طہارت بھی ہے۔ اسلام میں خدا کے حضور میں جانے اور خدا کی عبادت کرنے سے قبل انسان کو طہارت کی تعلیم دی گئی ہے۔ مسیحی مذہب میں میں نے اسکی ہمیشہ کمی محسوس کی اور طہارت کے بغیر خدا کی عبادت کی اجازت کو مسیحی مذہب میں میں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس میں سوء ادب سمجھا۔ کیونکہ جہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں روح عطا فرمائی ہے۔ وہاں اس نے ہمیں جسم بھی دیا ہے اور جسطرح روح کی طہارت وپاکیزگی ہماری ذمہ داری میں ہے۔ اسیطرح جسم کی طہارت کا اہتمام بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔ اسلامی نظریات کی روشنی میں جب مجھ پر حقائق منکشف ہوئے تو میں کلمہ طیبہ کے دوسرے جز "محمد رسول اللہ" کا بھی قائل ہوا۔

جب کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے دونوں اجزاء کے مطالب وتشریح پوری طرح میرے ذہن میں بیٹھ گئی اور میں نے اسلام کے اصولوں کو تسلیم کر لیا تو نور ایمان نے میرے اندر تحریک پیدا کی اور بالآخر ۲۰ فروری ۱۹۵۳ء کو پیرس کی مسجد میں پہنچ کر میں نے مسجد پیرس کے مفتی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ میرا اسلامی نام علی سلمان رکھا گیا۔ اسلامی اصول اسلامی عقائد اور اسلامی تعلیم نے مجھے پوری طرح مطمئن کر دیا ہے۔ ■■

ترتیب :- استاد عبد العزیز سید الاهل قاہرہ
ترجمہ :- ابن الحسین مولوی محمد اسلم مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

[illegible]

قسط ۵

(اللہ کا فیصلہ)

امام فرماتے ہیں :

أفكر في نوى إلفي وصبري ... وأحمد همتي وأذم دهري [1]

میں اپنے صبر اور فراقِ محبوب میں غور کرتا ہوں ، اور اپنے عزم کی مدح اور گردش زمانہ کی مذمت کرتا ہوں۔

وما قصّرت في طلب ولكن ... تريه الناس أمر فوق أمري

میں نے طلب (وجستجو) میں کبھی کوتاہی نہیں کی لیکن اللہ کا فیصلہ میری تدبیر پر غالب رہتا ہے۔

مطلب یہ کہ بعض دفعہ فراقِ محبوب ناقابلِ برداشت اور پیمانۂ صبر لبریز ہو جاتا ہے ، لیکن پھر بھی وصال کی دولت میسر نہیں آتی ۔ ایسے مواقع میں غور و فکر کرنے والے کبھی انسان کی کوتاہ ہمتی پر الزام عائد کرتے ہیں ۔ کبھی اپنی ہمت کی نہیں بلکہ گردشِ دوراں اور فلک کوزہ پشت کی مذمت کرتے ہیں ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں نظریے غلط ہیں ، صحیح نظریہ یہ ہے ۔ کہ انسان کی تمام تدابیر اور ارادوں پر ارادۂ الٰہی غالب ہے ۔ اور خدائی فیصلہ کے بغیر انسان کی عقل و تدبیر مطلوب تک رسائی سے عاجز ہے۔

(آدمی اپنی ذات کو خوب جانتا ہے)

ما حك جلدك مثل ظفرك ... فتول أنت جميع أمرك [2]

تیرے جسم کو مثل تیرے ناخنوں کے کوئی چیز نہیں کھجا سکتی ۔ اپنے تمام امور کے خود متولی بنو۔

وإذا قصدت لحاجة ... فاقصد لمعترف بفضلك

جب تجھے کوئی ضرورت پیش آئے تو کسی ایسے آدمی کی طرف رجوع کر جو تیرے (علم) و فضل کا معترف ہو۔

---

[1] ماخذ : (۱) الحزن في تسلية المحزون ۲ نور الابصار

اس قطعہ میں امام شافعیؒ خود اعتمادی کی تعلیم دیتے ہیں، یعنی دوسروں کے سہارے جینے کی عادت چھوڑو، اپنے قدموں پر کھڑا ہونا سیکھو۔ تاحدِ امکان کسی دوسرے سے مدد طلب نہ کرو، لیکن اگر تم اس کے لئے مجبور ہی ہو جاؤ تو اتنی رعایت بہر حال رکھو کہ جس کے سامنے تم اپنی ضرورت کا اظہار کرتے ہو وہ تمہارے علم و فضل اور مرتبہ و مقام کا معترف ہو، وہ تمہیں نفرت و حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔

(آرزو کا پورا ہونا)

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں میں نے امام شافعیؒ سے سنا وہ کسی واقعہ کو یاد کرکے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

لقد اصبحت نفسی تتوق الی مصر ومن دونہا ارض المهامہ والقفر

میرا دل مصر جانے کیلئے بیقرار تیار ہے، لیکن اس کے درمیان جنگلات اور چٹیل میدان حائل ہیں۔

فواللہ ما ادری الفوز والغنی اساق الیہا ام اساق الی قبری

بخدا مجھے معلوم نہیں کہ میں کامیابی اور غنی کیلئے اسکی طرف کھچا جا رہا ہوں یا اپنی قبر کی طرف۔

امام شافعیؒ نے مکہ مکرمہ سے مصر جانے کا ارادہ فرمایا تو یہ دو شعر پڑھے۔ مطلب یہ کہ دل مصر جانے کے لئے بیقرار ہے۔ راستے کے کٹھن سفر کو برداشت کرنے کیلئے آمادہ ہے۔ یہ خدا ہی جانتا ہے کہ وہاں دنیوی مالداری اور کامیابی نصیب ہوگی۔ یا میری قبر کی کشش مجھے وہاں لئے جا رہی ہے۔ امام شافعیؒ کے شاگرد ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ کچھ ہی عرصہ بعد امامؒ کو یہ دونوں چیزیں مصر میں میسر آئیں۔ مالداری بھی اور آخری آرام گاہ بھی۔

(شریف نفس)

امامؒ فرماتے ہیں:

امطری لؤلؤا جبال سرندیب وفیضی آبار تکرور تبرا

(اے جزیرہ) سرندیب کے پہاڑو تم موتی برساتے رہو۔ اور اے تکرور کے کنوؤں تم سونا اگلتے رہو، (مگر میں معاش چکر میں نہ سرندیب جانے کے لئے تیار ہوں نہ تکرور جانے کے لئے۔)

اس شعر میں امامؒ نے موتیوں کی نسبت پہاڑوں کیطرف کی ہے (حالانکہ وہ سمندروں میں ملتے ہیں۔) جو بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن شارح نے اس شعر کی جو توجیہ کی ہے اس کے پیش نظر اماؒم کے اس شعر میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔ شارح نے لکھا ہے: چونکہ جبال سرندیب (سرندیب کے پہاڑوں) پر ہمیشہ بارش ہوتی رہتی ہے، اور بارش کا پانی جب نیچی جگہوں میں جمع ہوتا ہے۔ تو ساتھ ساتھ عمدہ پتھروں (یاقوت احمر اور الماس وغیرہ) کے ریزے بھی چلے جاتے ہیں۔ اور وہاں جاکر جمع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ یہ پتھر نہایت قیمتی اور کارآمد ہیں اس بنا پر انکی طرف موتیوں کی نسبت کی گئی۔
جسطرح جزیرہ سرندیب کے پہاڑوں کے متعلق مشہور ہے کہ ان سے یاقوت احمر اور الماس وغیرہ نکلتے ہیں اسی طرح بلاد تکرور کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہاں سے سونا نکلتا ہے۔
امام شافعیؒ کی غرض اس شعر سے یہ ہے کہ مشرق و مغرب کے ان ممالک میں دولت کی اس قدر کثرت کے باوجود میں نے دنیا طلبی کے لئے کبھی انکا سفر اختیار نہیں کیا۔ جیساکہ عام طمع پر لوگوں کی عادت ہے، اسکی حکمت اس دوسرے شعر میں بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

انا ان عشت لست اعدم قوتا   واذا مت لست اعدم قبرا

میں اگر زندہ رہا تو اپنا رزق گم نہیں پاؤں گا، اور جب مرگیا تو قبر سے محروم نہیں رہوں گا۔
شعر کا حاصل یہ ہے۔ کہ انسان صرف دو چیزوں کا محتاج ہے۔ زندگی میں رزق (روٹی) کا اور مرنے کے بعد قبر کا۔ جب تک میں زندہ رہونگا مجھے میرا رزق ملتا رہے گا، اور مرنے کے بعد قبر سے محروم نہیں رہوں گا۔

همتی همة الملوك ونفسي   نفس حر ترى المذلة كفرا

میرا عزم اور حوصلہ بادشاہوں جیسا ہے۔ اور میرا نفس شریف نفس ہے۔ جو ذلت (و رسوائی) کو کفر سمجھتا ہے۔

امامؒ فرماتے ہیں، کہ میرا شریف نفس اس ذلت اور رسوائی کو قطعاً برداشت نہیں کرتا۔ جو دنیا کمانے کی غرض سے دور دراز کے مقامات کے سفر میں پیش آتی ہے۔
ایک شریف النفس اور غیور انسان کو ایسا ہی خوددار ہونا چاہیئے، لیکن ان لوگوں کا کیا حال ہے۔ یہ وہی جانتے ہیں۔ جو سب کچھ قربان کر کے انگلینڈ وغیرہ ناپاک ممالک کا رخ کرتے ہیں۔ اور وہاں چند ٹکوں کی خاطر انہیں کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اور کیسے کیسے اپنی عزت وغیرت کے علی الرغم ذلت و رسوائی کو قبول کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ
حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ : آدمی کو اس کا رزق اس طرح تلاش کرتا ہے جسطرح اسکی موت اسکو تلاش کرتی ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۴)

اس حدیث پاک کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ آدمی کھانا کمانا چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے کیونکہ "حدیث" میں کسب حلال کے بیشمار فضائل آئے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان کو طلب دنیا میں اس قدر منہمک اور سرگرداں نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کے لئے عزت و ذلت کی پرواہ اور حلال و حرام ذرائع کی بھی تمیز نہ کرے۔ (واللہ اعلم)

(اللہ کی تعلیم) (قافیۃ الصاد)

شکوت الی وکیع سوء حفظی فارشدنی الی ترک المعاصی

میں نے اپنے استاد وکیع بن الجراح سے اپنے حافظے کی خرابی کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے ترک معاصی کی تلقین فرمائی اور فرمایا :

اعلم بان العلم فضل من الله وفضل الله لایوتاہ عاصی

خوب جان لو کہ "علم" اللہ کا فضل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنا فضل (علم) گنہگار کو نہیں دیتے۔

شعر کی دوسری روایت "نور" کے ساتھ ہے :

فان العلم نور من الله ونور الله لایوتاہ عاصی

یعنی علم اللہ کا نور ہے اور اللہ اپنا نور عاصی کو نہیں دیتے۔ اس شعر کا معنی قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے : واتقوا اللہ یعلمکم اللہ۔ علم بدون "تقویٰ" کے حاصل نہیں ہو سکتا، اگر ہو بھی جائے تو مفید اور نافع نہیں ہوتا۔ اس باب میں صوفیاء کا یہی مذہب ہے۔ بلکہ صوفیاء کے نزدیک وہی علم معتبر ہے۔ جو عالم کے قلب میں بطریق الہام القاء کیا جائے۔

حصول علم کے دو ذریعے ہیں۔ اوّل یہ کہ باری تعالیٰ خود اپنی طرف سے بغیر کسی کے مجاہدہ اور محنت اس کے قلب میں القاء فرما دیں۔ ثانی یہ کہ اللہ کی عبادت میں اتنی کثرت اور محنت کی جائے کہ آدمی کا قلب نہایت پاکیزہ اور روشن ہو جائے اور علوم نبوت اور معارف الٰہیہ کے دروازے کھل جائیں۔ اوّل انبیاء اور اولیاء کا طریقہ ہے اور دوسرا دیگر تمام انسانوں کا۔

(اہل بیت کی محبت) (قافیۃ الضاد)

ربیع بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ اشعار کہتے ہوئے سنا :

یا راکبا قف بالمحصب من منیٰ واھتف بقاعد خیفھا والناھض

رسے سوار ہونے والے! منیٰ میں مقام محصب پر کھڑے ہو جاؤ اور مقام خیف
کے ہر بیٹھنے اور کھڑے ہونے والے کو آواز دو۔

سحرا اذا فاض الحجیج الی منیٰ فیضا کملتطم الفرات الفائض

(اور یہ ندا) سحری کے وقت دو جبکہ حجاج کا مجمع منیٰ کی طرف فرات کی موجوں
کیطرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا کوچ کرے۔

ان کان رفضا حب ال محمد فلیشھد الثقلان انی رافضی

اگر رفض (شیعیت) ال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کا نام ہے، تو تمام
جن وانس شہادت دیں کہ میں رافضی ہوں۔

محصب منیٰ میں رمی جمار کی ایک جگہ ہے، امامؒ نے ندا کو سحر کیساتھ مقید کیا ہے، کیونکہ اسوقت شور و شغب نہ ہونے کی وجہ سے مکمل سکون ہوتا ہے۔ تاکہ اطراف عالم سے آتے ہوئے تمام لوگ اس آواز کو اچھی طرح سن لیں۔ اور ان کو میرے عقیدہ کا خوب واضح طور پر علم ہو جائے۔

امام شافعیؒ پر اہل بیت کی محبت کا غلبہ تھا۔ اسی بنا پر بعض لوگوں نے ان کو رفض کیطرف منسوب کیا ہے۔ امامؒ ان اشعار میں اس تہمت کو بصد خوشی قبول کرتے ہوئے اس کا اعلان کر رہے ہیں تاکہ تمام دنیا کو علم ہو جائے۔ لیکن اہل رفض کو خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارے امامؒ رافضی نہیں تھے، ہاشمی تھے۔

(فتویٰ) (قافیۃ العین)

ایک آدمی امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا:

سل المفتی المکی من ال ھاشم اذا اشتد وجد بامرئ کیف یفعل

مفتی مکہ سے جو کہ ہاشمی ہیں، پوچھو، کہ جب آدمی سخت وجد میں مبتلا ہو تو کیا کرے۔

امام شافعیؒ نے اس کے نیچے یہ شعر لکھ دیا:

یداوی ھواہ ثم یکتم وجدہ ویصبر فی کل الامور ویخضع

وہ خواہش نفس کا علاج کرے اور وجد کو پوشیدہ رکھے، تمام امور میں صبر سے کام لے، اور (خشوع) خضوع کو اختیار کرے۔

یہ آدمی رقعہ لے کر چلا گیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر واپس آگیا۔ اور کاغذ پر امامؒ کے جواب کے نیچے یہ شعر لکھا ہوا تھا :

فکیف یداوی والھوی یقتل الفتی ۔۔۔ وفی کل یوم غصۃ یتجرع

آدمی خواہش نفس کا علاج کیسے کرے جبکہ وہ اس پر غالب آرہی ہے۔ اور ہر روز اسکو تلخ سے تلخ گھونٹ پینے پڑتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے اس کے جواب میں یہ شعر لکھ دیا :

فان ھو لم یصبر علی ما اصابہ ۔۔۔ فلیس لہ شئ سوی الموت انفع

اگر وہ اپنے مصائب پر صبر نہیں کر سکتا، تو اس کے لئے سوائے موت کے کوئی چیز سود مند نہیں ہو سکتی۔

(بے جا مشورہ دینا)

حرملہ کہتے ہیں میں نے امام شافعیؒ کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا :

ولا تعطین الرای من لا یریدہ ۔۔۔ فلا انت محمود ولا الرای نافعہ

ایسے شخص کو مشورہ مت دو جو تمہارے مشورہ کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ اسوقت نہ تمہیں اچھا آدمی سمجھا جائے گا۔ اور نہ تمہارا مشورہ مفید ہوگا۔

شعر کا حاصل یہ ہے کہ جب تک مشورہ طلب نہ کیا جائے اسوقت تک کسی کو مشورہ نہیں دینا چاہیئے کیونکہ ایسی صورت میں نہ مشیر (مشورہ دینے والے) کی قدر ہوتی ہے اور نہ اس کے مشورہ کی۔

(طمع اور قناعت)

العبد حُرّان قنع ۔۔۔ والحر عبد ان قنع

غلام آزاد ہوتا ہے اگر قناعت کرے۔ اور آزاد آدمی غلام ہوتا ہے اگر طمع کرے

اس شعر میں لفظ "قنع" اضداد میں سے ہے۔ اس کا معنی رضا اور قناعت کا بھی آتا ہے۔ اور طمع اور ریا کا بھی ـــ چنانچہ پہلے مصرعہ میں قنع بمعنی رضا اور قناعت کے ہے۔ اور ثانی مصرعہ میں بمعنی ریا اور طمع کے۔

فاقنع ولا تقنع فلا ۔۔۔ شئ یشین سوی الطمع

سو قناعت کرو لالچ مت کرو۔ کیونکہ (انسان کے لئے) لالچ سے بڑھ کر کوئی چیز باعث عیب نہیں

اس شعر میں امام شافعیؒ قناعت کی ترغیب، اور طمع اور لالچ سے ترھیب دلاتے ہیں۔ اسلئے کہ قناعت صفت محمودہ ہے اور لالچ صفت مذمومہ۔ قناعت آدمی کو سیر چشم بناتی ہے۔ اور لالچ حریص۔ (مسلسل)

جناب غلام محمد صاحب بی۔ اے۔ کراچی

تجدد زدہ طبقہ سے خطاب

اسلام اور مُلّاازم

ہندومت میں مذہبی قیادت برہمن کے سوا کسی کا حق نہیں، پرماتما ہی برہمن خاندان میں کسی کو جنم دے کر یہ کرم فرمائے تو فرمائے ورنہ کسی غیر برہمن کا اپنے زور علم یا ایثار و قربانی کے ذریعہ اس مقام مقدس پر پہنچنا ناممکن ہے۔ اسی طرح خواہ اصل انجیل کی تعلیم کچھ ہی رہی ہو لیکن بعد کی عیسائیت میں تو پاپائیت ایک خاندان میں گھر کر رہ گئی ہے۔ اب مجال ہے جو کوئی غیر اس مسند رفیع پر قدم رکھ سکے۔ لیکن اسلام میں آج بھی دیکھ لیجئے کہ دینی قیادت نہ کسی خاندان میں محصور ہے نہ کسی نسل تک محدود، اسلامی قیادت و سرداری کا مدار نہ رنگ و نسل پر ہے نہ قوم و ملک پر۔ اس کی تعلیم عام ہے، اس کا معیار چند صفات عالیہ ہیں۔ جو شخص بھی ان سے متصف ہو جائے، وہی معظم ہے، محترم ہے، مقتدا ہے۔ باقی نسلی، قومی، اور لسانی فروق تو صرف جان پہچان کے لئے ہیں۔ انسانی رفعت کے لئے نہیں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (حجرات ع ۲)

اے انسانو! تم سب کو ہم نے ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تم کو قبیلہ قبیلہ اور خاندان خاندان صرف اس لئے بنایا ہے۔ تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، ہمارے نزدیک سب سے اکرم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

یعنی جو سب سے زیادہ حقوق اللہ میں لرزاں اور حقوق عباد میں ترساں ہے وہی نائب الٰہی کی حیثیت سے سب کا امیر اور سب پر حکمران ہے، اب اگر وہ عجمی ہے تو عربی کو اس کے دست حق پرست پر بیعت کرنی ہوگی اور اگر وہ غلام زادہ ہے تو ایک سید زادہ کو بھی اس کے جھنڈے تلے آنا ہوگا کوئی غیر اختیاری امر یہاں باعث فضیلت نہیں۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اعلان ہے:

لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ ... نہ عرب کو عجم پر فضیلت ہے اور نہ عجم کو عرب پر۔

عَلٰی عَرَبِیٍّ وَّلَا فَضْلَ لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدٍ نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر۔
وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ

کیوں ---؟ اس لئے کہ:

کُلُّکُمْ اَبْنَاءُ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ تم سب آدم زاد ہو، اور آدم خاک زاد۔

اسلام کا نبی خاتم (صلی اللہ علیہ وسلم) سارے عالم کے لئے قیام قیامت تک کیلئے "بشیر" بھی ہے اور "نذیر" بھی۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ اور ہم نے نہیں بھیجا تم کو (اے محمدؐ) مگر تم انسانوں
بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ہوشیار کرنیوالا۔

پھر یہ نہیں کہ اپنے کنبہ کے لئے تو "بشیر" اور غیروں کے لئے "نذیر" نہیں جو بات اوروں کیلئے ٹھیک وہی بات اپنی محترم پھوپھی اور چہیتی صاحبزادی، تقویٰ و طہارت کی پتلی کے لئے بھی:

"اے پیغمبرِ خدا کی بیٹی فاطمہؓ! اور اے پیغمبرِ خدا کی پھوپھی صفیہؓ خدا کے ہاں کے لئے کچھ کرلو، میں تمہیں خدا سے بچا نہیں سکتا"؟

اس تعلیم مساوات کا اثر یہ ہوا کہ ماہِ رسالت کے چھپ جانے کے بعد حضرت علیؓ کے ہوتے ہوئے، بلا امتیاز تعلق نسب تین خلیفہ غیر خاندانی ہوئے اور پھر حضرت علیؓ کے بعد سے اس وقت تک تاریخ ہر ہر پہلو سے اپنا یہ کرشمہ دکھا رہی ہے کہ مسلمانوں کی قیادت و امامت میں دنیائے اسلام نے کبھی بھی عرب و عجم اور سیاہ و سپید وغیرہ کے آنی و فانی امتیازات دیکھے نہیں، نہ سلطنت کی حکمرانی میں، نہ علوم دینی کی امامت میں، نہ تقویٰ و طہارت کی قطبیت میں ------ کوئی بتائے کہ کردی غلام صلاح الدین ایوبیؒ کی قیادت سے کس کو انکار رہا۔؟ ابو حنیفہؒ عجمی کے امام الفقہ ہونے میں کس نے شک کیا۔؟ بخاریؒ کے امام الحدیث ہونے میں کس مکی یا مدنی کو کلام ہے۔؟ شیخ جیلیؒ کو غوث وقت ماننے میں کس کو تامل ہوا ہے۔؟ یہ چند مثالیں تو نمونۃً ہیں، ورنہ تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق ہمارے اس دعویٰ کی کھلی دلیل ہے۔

سوال یہ ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گذر گئے مگر کیوں "سادات" محض اپنے نسلی تعلق کی بناء پر مسلمانوں کی امامت کے اجارہ دار نہ بن سکے۔؟ حالانکہ کم و بیش ہر مسلمان اپنے نبی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل و جان سے فدائی ہے۔؟ کیوں دیارِ عرب کے باشندے محض عربیت کی وجہ سے دین کے غیر متبدل قائد نہ بن سکے۔؟ حالانکہ رسول عربیؐ کے مخاطب اوّل یہی تھے اور انہی کی زبان میں قرآن پاک اترا ہے۔

وجہ صرف یہی ہے کہ اسلام کا مزاج ہی کچھ ایسا ہے کہ اس میں برہمنیت یا پاپائیت "ملائیت" بن کر کبھی داخل و قائم ہی نہیں ہو سکتی۔ جو بھی اپنے آپ کو اس پیام ربانی کا مخاطب صحیح ثابت کریگا وہی سر بلند و سرفراز رہے گا۔ اور جو کوئی اس جام حیات کو رکھتے ہوئے اس کو نوش جان نہ کرے گا وہ خراب و برباد ہو جائے گا اور اس کے ہاتھ سے وہ جام حیات چھین کر دوسرے قدر دانوں کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ (محمد)

اور اگر تم روگردانی کروگے تو خدائے تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کریگا پھر وہ تم جیسے نہ ہونگے۔

"چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی" محض شاعرانہ خیال بندی ہے، کعبہ والے چھوڑیں گے تو رب العالمین ہمیشہ اس بات پر قادر ہے کہ غیر کعبہ والوں سے دین کی خدمت لے لے، بلکہ تاریخ اس امکان نقلی کو کتنی بار ایک مشاہد حقیقت بنا بنا کر پیش کر چکی ہے۔

ہے عیاں شورش تاتار کے افسانہ سے — پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

یہ ایک اصول محکم ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں۔

غرض اسلام میں "ملّا ازم" کا نہ کبھی وجود رہا نہ قیامت تک کبھی "ملائیت" اس میں جگہ پا سکتی ہے۔ اسلام میں "ملّا ازم" کا خطرہ تو وہ شخص محسوس کر سکتا ہے۔ جو اسلام کے مزاج، اس کی عام تعلیم اور اس کی تاریخ سے ناآشنا ہے۔ "ملّا ازم کو ختم کر دو" کا نعرہ لگانے والے جی چاہے تو اس وقت بھی دیکھ لیں کہ آج جن علماء کے دینی تشکرہ سے وہ لرزہ براندام ہیں، وہ علماء کتنی پشتوں سے دین و تقویٰ کے اجارہ دار بنے ہوئے ہیں؟ اگر اس تلاش میں ان کی نظر واماندہ و حیران رہ جائے تو پھر ان کو یقین کر لینا چاہیے کہ ان کا یہ نعرہ اور ملّا ازم کے خلاف غم و غصہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی مریض محض اپنی ذہنی شکلوں کو دیکھ دیکھ کر ڈر ڈر جائے اور پھر پے در پے ان پر حملے کرے، حالانکہ ہر صاحب ہوش دیکھ رہا ہے کہ خارج میں کوئی چیز موجود نہیں۔ اور اس سے خود اسی پاگل کے ہاتھ زخمی ہو رہے ہیں۔

"ملّا ازم" کے ایک اور معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ ملائیت کا اجارہ چاہے دین میں موجود نہ ہو مگر یہ کیا کہ "مولوی" ہر شعبہ زندگی میں دین کو دخیل بتاتے ہیں، اللہ رسول کو مان لیا، نماز پڑھ لی روزہ رکھ لیا۔ بس مسلمان بن گئے۔؟ اب یہ کیا ہے کہ وضع قطع بھی اسلامی ہو، میل ملاپ اور شادی بیاہ کے طرز و رسوم بھی دینی ہوں، معیشت و سیاست کے مبادی و اصول بھی ٹھیک ٹھیک وہی ہوں جو قرآن و سنت

میں نظر آتے ہیں۔ کیا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا تک اسلام کے حصار سے باہر نہ ہو۔؟ اینٹی ملّاازم کے نعرہ بازوں کی قرآن دانی اور رسول شناسی دیکھ لی۔ بیچاروں کو یہی نہیں معلوم کہ دینِ اسلام میں "خدا" و "قیصر" کی تقسیم نہیں اور یہاں درحقیقت دین و دنیا کی کوئی تفریق ہی نہیں۔ اسلام تو ہر مسلمان کی زندگی کے ہر پہلو پر حکمران ہے۔ اُس کے مخصوص عقائد ہیں۔ اور اُن کی ایک خاص توجیہ رسول اکرمؐ نے فرمائی ہے۔ اُس کی چند خاص عبادات ہیں۔ اور اُن کو پیکرِ صداقت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کر کے دکھایا ہے اُس کے اندر فرد و اجتماع میں ایک خاص نوعیت کا ربط ہے، کچھ فرائض عائد کئے گئے ہیں کچھ حقوق دیئے گئے ہیں۔ اُس کے اُصولِ اخلاق اور اُصولِ معاشرت متعین ہیں، وہ انسانیت کی ترقی کی کسی منزل میں اُس کو آزاد نہیں چھوڑتا اور یہ اس کا طغرائے امتیاز ہے۔ اسی محیط فضا میں جینے کا نام اتباعِ اسلام ہے۔ لیکن یہی جامعیت اور کاملیت ان نعرہ بازوں کو ملّائیت نظر آتی ہے۔ وہ اعتراض کر بیٹھتے کہ کیا چھوٹی چھوٹی باتوں تک میں ہم حکمِ خداوندی کے پابند ہیں۔؟ کاش یہ جانتے کہ اُن کی زبان سے ٹھیک وہی طنزیہ جملہ نکل رہا ہے۔ جو ایک معاندِ رسولؐ یہودی نے کہا تھا :

"کیا تمہارا پیغمبر تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے اور معمولی معمولی باتیں بھی سکھاتا ہے۔"

صحابی نے فخراً جواب دیا تھا، اور ہر واقفِ منصبِ رسالت کا یہی جواب ہونا چاہئے کہ :

"ہاں ہمارا پیغمبر ہم کو ہر چیز کی تعلیم دیتا ہے، یہاں تک کہ اُس نے استنجا اور آبدست کی بھی تعلیم دی ہے۔"
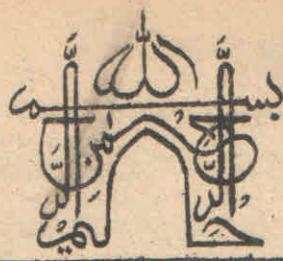
مگر حقیقت کیسی بدل گئی، جو چیز اصحابِ رسول کے لئے مایۂ فخر تھی۔ آج مسلمانوں کے لئے موجبِ زحمت اور وجہِ اعتراض ہے۔؟ —— اس قلبِ ماہیت کے بعد غور کیجئے کہ یہ کامل مسلمان ہیں یا وہ اصحابِ رسول تھے جن کو جیتے جی اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کی سند عطا فرما دی۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۔ اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

اور یہ سندِ امتیاز کیوں ملی۔؟ محض اسی آن کی وجہ سے جس کو آج "عار" سمجھا جا رہا ہے۔ وہی ہر بات میں چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی حکمِ الٰہی کو ڈھونڈنا اور اُس کے عدول کے تصور سے لرز جانا :

ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ ۔ یہ اُسی کے لئے جو اپنے رب سے ڈرے۔"

ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے۔ جو علماء آج آسمانِ اسلام کے چاند اور تارے نظر آتے ہیں۔ اُنہوں نے کوشش و جانفشانی اور محنت و ریاضت کر کے مہرِ رسالت سے اکتساب فیض کیا ہے۔ برسوں قرآن حکیم اور حدیث پاک کی خدمت میں صرف کر دیئے۔ دینی صلاحیتوں اور قوتوں کی ان علوم

کے حصول میں لگا دیا، اپنے عقائد و عبادات کو اور اخلاق و کردار کو اس سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی اور اب جو وہ نکھر آئے ہیں اور لوگوں نے ان کے اندر دینی عظمت کے آثار پاکر اپنے آپ کو ان کے آگے جھکایا تو نعرہ لگایا کہ یہ اسلام کے اجارہ دار بن بیٹھے ہیں، اسلام کی تعبیر و تشریح کا حق تنہا انہی کو نہیں بلکہ ہم کو بھی حاصل ہے ——— بے شبہ تم بھی اسلام کو سمجھ اور سمجھا سکتے ہو۔ لیکن تم نے اسکی صلاحیت اور استعداد کب پیدا کی۔؟ عمر تو ساری "عشق بتاں" میں کٹی، مسلمان بننے بنانے کی سرے سے کوشش ہی نہیں، اور اب جو دیکھا کہ مسلمان بنے بغیر چارہ نہیں، قرآن دانی بتائے بغیر قوم میں کوئی وزن نہیں اور قوم میں مقام کے نہ ہوتے۔ جنت، دنیا ملتی نہیں تو لگا دیا ایک نعرہ کہ اسلام کی تشریح و تعبیر کا حق ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ اسلام کسی کا شخصی اجارہ نہیں۔ کلمۃ حق اُرید بھا الباطل (بات سچی مگر منشا باطل) بیشک اجارہ کسی کا نہیں، مگر سوچیئے کہ جس روز یہ نعرہ باز قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح کے واقعتاً اہل ہو جائیں گے تو خود یہ بھی "مُلّا" نہ بن جائیں گے۔؟ اور جس دریا سے فیض کو آج سکھانا چاہتے ہیں کیا خود اسی کی ایک نہر نہ بن جائیں گے؟ البتہ جب تک یہ بغیر کچھ ہوئے اپنے آپ کو اسلام کی توضیح و تعبیر کا مدعی جتاتے رہیں گے ان کا کوئی مقام پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس کچھ عجب نہیں کہ پہلی بات سے معذوری اور دوسری صورت سے خوف ہی کی وجہ سے یہ "اینٹی مُلّا ازم" کا نعرہ بلند ہو رہا ہے۔ کہ نہ علماء رہیں نہ علماء اور غیر علماء کی تفریق نظر آئے۔ مگر اس پر تو وہی مثل چسپاں ہوتی ہے جو ایک اندھے کے متعلق مشہور ہے کہ کسی نے اس سے پوچھا: تم کیا چاہتے ہو، تم بینا ہو جاؤ یا ساری دنیا اندھی ہو جائے۔؟ اس نے فوراً جواب دیا۔ "ساری دنیا اندھی ہو جائے"۔ ——— یہ جواب اندھے کی جس نفسیات کا پتہ دے رہا ہے۔ غور سے دیکھیئے کہ "اینٹی مُلّا ازم" کے نعرہ بازوں میں وہی زہر پنہاں ہے یا نہیں؟ یہ مدعیانِ تفہیم آج اسی فتنہ میں مسلمانوں کو لانا چاہتے ہیں یا نہیں جس سے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے ہی چونکا دیا تھا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا یَنْتَزِعُہٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُھَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا۔	اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھاتا کہ بندوں کے سینوں سے نکال لے بلکہ علماء کو موت دیکر علم کو اٹھاتا ہے یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہیگا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور ان سے دینی مسائل پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے

اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے ———

نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا وشفیعنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم ———— امابعد

ہزار ہزار حمد وستائش اس ذات بے ہمتا رب رحیم وکریم کے لئے ہے جس نے ایک بار پھر ہمیں زندگی کی مصروفیتوں سے وقت نکال کر اس مہمان خانۂ علوم نبوت ونشرگاہ علوم رسالت علی صاحبہا الف الف سلام وتحیۃ میں جمع ہونے اور غریب الدیار طلباء علوم نبویہ کی حوصلہ افزائی کی خاطر یہاں جمع ہونے کی توفیق دی اور مجھ ناچیز کو موقعہ عطا فرمایا کہ آپ کے محبوب دار العلوم حقانیہ کی موجودہ کارگذاری اور مختلف شعبوں کی رفتار کار کا اجمالی جائزہ آپ کے سامنے پیش کرسکوں والحمد للہ حمداً طیباً کثیرا۔

واجب الاحترام بزرگو! سب سے پہلے یہ ناچیز دار العلوم حقانیہ کے تمام خدام جملہ اراکین اساتذہ، طلباء اور عملہ کی طرف سے ان تمام واجب الاحترام مہمانوں، بندگوں، علماء کرام اور مشائخ عظام اور معززین ملک وملت کی خدمت میں دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کرتے ہوئے خوش آمدید کہتا ہے۔ جنہوں نے گوناگوں مصروفیات اور اہم ملکی ودینی مشاغل میں سے وقت نکال کر اور مختلف تکالیف اور دور دراز سے صعوبت سفر برداشت کرکے محض غریب الدیار طلباء علوم نبویہ کی سرپرستی کی خاطر یہاں قدم رنجہ فرمایا۔ آپ کا یہ عمل ہر قسم دنیاوی منفعت سے مبرا خالصۃً لوجہ اللہ محض علوم دینیہ کی ترویج وترقی اور دین کے خادم ادارہ

کے استحکام کے لئے ہے۔ جو بارگاہِ خداوندی سے بے حساب اجر و ثواب اور ہم خدام کی طرف سے صد ہزار تشکر کا مستحق ہے۔ مجھ ناچیز کے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ اپنے جذبات اور خلوص کا اظہار کرسکوں۔ البتہ بندہ بمعہ تمام خدام دارالعلوم کے بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس مخلصانہ عمل کو قبول فرماکر اسے دین کی نشأۃ ثانیہ، اسلامی علوم کے فروغ، اور دارالعلوم کے استحکام و ترقی کا ذریعہ بنادے۔ اور آپ کا یہ حسنِ تعلق اور للّٰہی محبت آپ اور ہم سب کی سرخروئی آخرت کا ذریعہ ہوں۔ آمین یارب العالمین۔

حضرات ! خداوندکریم کے فضل وکرم اور آپ جیسے دینی درد رکھنے والے مخلصین کی توجہات ہی سے تو یہ ساری رونق ہے۔ اور اس جنگل میں علم دین کا یہ مرکز اپنی بساط کے مطابق خدمتِ دین میں کوشاں ہے۔ دارالعلوم کے ان تبلیغی اجتماعات کی ساری کامیابی آپ ہی کے اس دینی شغف و ولولہ اور جوش و خروش کی رہین منت ہے۔ آپ کی تشریف آوری سے ہم خدام اور طلباء علوم دینیہ کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں۔ اور ان اجتماعات سے ہم بے بضاعت خدام کو خدمتِ دین کے لئے نئی توانائی، ہمت اور سہارا میسر آجاتا ہے۔ آج بھی یہ ناچیز انتہائی پر امید ہے۔ کہ یہ اجتماع (جو بعض عوارض شدیدہ کی بناء پر طویل وقفے کے بعد ہو رہا ہے) بھی ہمارے نیک دل بزرگوں کی توجہات اور مخلصین کے تعاون سے پُر رونق اور نتائج و ثمرات کے لحاظ سے اسلام، اہل اسلام اور ملک کے حق میں انتہائی مفید ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

مہمانان کرام و اکابرینِ ملت ! خدام دارالعلوم شرعاً اور اخلاقاً اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ جذبات تشکر سے ہمارے قلوب معمور ہونے کے باوجود ہم اپنی بے بضاعتی، بے سروسامانی کی بناء پر آپ جیسے بلند مرتبت اور واجب الاحترام مہمانوں کی اس ذرہ نوازی کا عشر عشیر حق بھی ادا نہیں کرسکتے، اور نہ شایان شان خدمت اور کماحقہٗ ضیافت کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ ورنہ جی تو چاہتا ہے۔ کہ ایسے معزز اور مخلص بزرگوں کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کردیں۔ مگر بے سروسامانی، افلاس اور غربت اس دینی فریضہ کی ادائیگی میں سدِ راہ ہے جسکی

وجہ سے ظاہر ہے۔ کہ ہم ناچیز طلبا، نامناسب ماحول، غریب گاؤں، تنگ دامن ادارے کے محدود وسائل کی بنا پر آپکی مناسب خدمت سے قاصر رہیں گے۔ مگر آپ کے اخلاق کریمانہ، دینی احساس اور شرافت نفس سے عفو و درگزر کے امیدوار ہیں۔ آپ حضرات کی عفو و تسامح اور درگذر، عالی حوصلگی۔ اور بلند نظری کی یہی امید ہمیں اس ذہنی کشمکش سے نجات دے سکتی ہے جس میں ہمہ بوجہٖ اپنی کوتاہیوں کے مبتلا رہیں۔ پھر ہمیں یہ بھی یقین ہے۔ کہ آپ کا ورودِ مسعود کسی شخصی تقریب اور ذاتی دعوت سے نہیں، بلکہ خالصۃً للہ اشاعتِ دین، فروغ دعوت و تبلیغ اور اشاعتِ علوم نبوت کی خاطر ہے۔ جو ہم سب کا مشترکہ دینی مقصد ہے۔ اور ایسے پاکیزہ مقصد کی خاطر تکالیف اور صعوبتیں بخوشی برداشت کی جاتی ہیں۔ جن کا اجر انشاء اللہ بارگاہِ خداوندی سے یقینی ہے۔ والآخرۃ خیرٌ وابقیٰ۔

مادیت والحاد، دین سے عمومی بیزاری اور دینی اقدار سے گریز و فرار کے اس ایمان سوز دور میں "دار العلوم" اور اس قسم کے دینی اداروں کی اہمیّت اور ضرورت آپ پر مخفی نہ ہوگی اور نہ اس حقیقت کے اظہار کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اس پُر فتن ماحول میں دینی علوم اور اسلام کی حفاظت و اشاعت کی اہمیت کتنی بڑھ گئی ہے۔ دنیا کے تمام نظریات وحقائق تغیّر پذیر ہیں۔ تحریکیں ختم ہو سکتی ہیں — ثقافت و کلچر رسوم و رواج بدلتے رہتے ہیں۔ مگر دار العلوم جس کا تعلق اسلامی علوم کی اشاعت سے ہے۔ جس کا مصدر و مشکوٰۃ ذات رسالتمآب علیہ الف الف سلام ہیں۔ اسکی ضرورت و اہمیّت کی کمی کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اسلام ایک غیر فانی، غیر مبدل عالمگیر اور ہمہ گیر نظام حیات ہے۔ نہ تو اس میں حالات و وقائع کی رو سے کوئی کمی آسکتی ہے۔ نہ اس کا کوئی جزء زائد اور فالتو ہے کہ اسے تغیّر پذیر سمجھ کر اس میں اضافہ و ترمیم کیا جاسکے۔ بلکہ ہر دور اور ہر زمانہ کے لئے کامل و مکمل اور جامع لائحہ عمل ہے — تو جن مراکز میں اس دین کی اشاعت وحفاظت کا کام ہو رہا ہے۔ انکی شدید ضرورت، انکی اہمیّت سے غفلت، بے اعتنائی اپنی دینی و قومی روایات سے انحراف بلکہ ملّی خودکشی کے مترادف ہے۔ کسی دار العلوم کا مقام ایک مسلم معاشرہ کے لئے علوم نبوت کے پاور ہاؤس جیسا

ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ علوم نبوت کی روشنی رہتی دنیا تک بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لئے ضوء افشانی کا کام دیتی ہے۔ اس کا مقام قلب اور روح جیسا ہے جسکی تازگی اور مسلسل حرکت کی وجہ سے زندگی رواں دواں ہے۔ اگر قلب ایک لمحہ کام چھوڑ دے تو جسم کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اسلامی علوم اور دنیاوی ترقیات کا باہمی تعلق جب بمنزلہ روح وجسم کے ہے تو یہ ناممکن ہے کہ حاملین علوم نبوت اور دینی درسگاہوں کو ہر زمانہ کے حالات اور تقاضوں کا احساس نہ ہو۔ یا وہ وقت کے تقاضوں سے منہ موڑ لیں۔ البتہ اسلامی علوم وقت کے تقاضوں کو اسلام کے تابع بناتے ہیں۔ وہ ہماری سائنسی ترقیات اور مادی وسائل میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ البتہ اسے صحیح مقصد، پاکیزہ راہ اور کامیابی آخرت کا وسیلہ بنانے پر زور دیتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ انسان خدا کی دی ہوئی تمام صلاحیتوں اور نعمتوں سے کام لے۔ مگر اسے غفلت خداوندی اور مقصد تخلیق انسانی اور انسانیت کی تباہی کا ذریعہ نہ بنائے۔ وہ سائنس اور ٹکنالوجی کی مخالفت نہیں کرتے۔ البتہ ان میں دین وحصول رضائے الٰہی کی جان ڈالنا چاہتے ہیں ـــ اور یہ ظاہر ہے کہ جب جسم میں روح نہ ہو تو جسد محض ایک بے جان اور متعفن لاش رہ جاتا ہے جسکی بدبو سے سارا ماحول متعفن ہو جاتا ہے۔

الغرض دنیا میں ہر فرد، ہر ادارہ، ہر تحریک کو فرصت مل سکتی ہے۔ مگر دین اور علم دین کے مراکز کو چھٹی نہیں کہ امت محمدیہ کی آبیاری حقیقی ترقی اور ساری شادابی انکے رواں دواں رہنے پر موقوف ہے۔ پھر ایسے نازک وقت میں کہ آج ملت مسلمہ حنیفیہ اور عالم اسلام اغیار و اشرار کے نرغے میں غیروں کے علاوہ اپنوں کے ہاتھوں سے مشق تحقیق وستم بنے ہوئے ہیں۔ تمام اسلامی اقدار، اسلامی علوم، اسلامی تمدن اور روایات کو فکر ونظر کے نشتر سے مجروح کیا جارہا ہے۔ علم تحقیق کے بہانے اس کے پیکر جمیل کو مسخ کیا جارہا ہے۔ اور الحاد و مادیت کے کارخانوں سے دین کے استیصال کیلئے وہ وہ اسلحہ میدان میں اتر رہا ہے جسکا تصور بھی آج سے پہلے نہیں ہوسکا ان حالات میں دینی مراکز کے زیادہ سے زیادہ استحکام اور اس محبوب ورثہ کی حفاظت اور آئندہ نسلوں تک اسے پہنچانے کی جد وجہد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

برصغیر کی تاریخ شاہد ہے کہ ایسے نازک حالات میں دین متین کا اصل نقشہ ان قلعوں کی بدولت تبدیل وتحریف سے محفوظ رہا۔ جب بھی نامساعد حالات پیش آئے، ملت مسلمہ کی دینی اقدار

کی حفاظت کی خاطر ہمارے اکابرؒ نے کتاب وسنت کی مشعل روشن کی۔ قرآن وسنت حدیث وفقہ اور دیگر اسلامی علوم وعقائد کی قوت سے اس دور میں چھا جانے والی تاریکیوں کو پاش پاش کر دیا۔ دین کی اشاعت وحفاظت کا یہی جذبہ اور پاکیزہ احساس دارالعلوم دیوبند کے قیام کا باعث بنا۔ اور آج اگر برّصغیر پاک وہند میں کروڑوں مسلمان اسلام کا نام سربلند کر کے لیتے ہیں۔ اور اسلامی علوم وفنون محفوظ اور روبہ ترقی ہیں۔ تو یہ بحمداللہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے اولوالعزم اکابرؒ ہی کے مساعی کا نتیجہ ہے جسکی بنیاد حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔ حضرت شمس الاسلام مولانا گنگوہیؒ اور دیگر اکابر نے اشاراتِ غیبی کی بنا پر رکھی اور آج بھی پاکستان کی فضائیں قال اللہ اور قال الرسولؐ کی صداؤں سے گونج رہی ہیں۔ اگر یہ دینی ادارے اور دارالعلوم نہ ہوتے تو خدانخواستہ اس ملک کی حالت بھی اسپین اور سمرقند وبخارا سے کم نہ ہوتی۔ ولا فعلھا اللہ۔

حضرات ! ہمارا ملک جو ایک اسلامی مملکت کہلاتا ہے۔ جغرافیائی طور پر نازک حالات میں گھرا ہے۔ دشمنوں کی نظر میں عالمِ اسلام کے دیگر حصّوں کیطرح خاص طور سے اس پر بھی مرکوز ہیں۔ اس کا تقاضا ہے کہ ہم ملک کی حفاظت وسالمیت، بقاء اور استحکام کیلئے پہلے سے زیادہ مسلح ہو جائیں۔ جسطرح مادی قوت اور عسکری طاقت میں ترقی لازمی امر ہے۔ اسی طرح روحانی قوت کو استوار ومحکم بنانے کی خاطر ملک وملّت کو اسلامی اقدار اسلامی علوم۔ قرآنی تعلیمات اور ارشاداتِ نبویؐ سے معمور ومنوّر کر دینا بھی ضروری ہے۔ اور قرآن وسنت کی تعلیم وتربیت اتنی عام کر دینی چاہئے کہ قوم کا ہر فرد ایمان ویقین کی قوت سے باطل کے مقابلہ میں بنیان مرصوص بن جائے۔ اسلامی روایات جتنی زندہ ہوں گی۔ قوم میں اتحاد ویقین، عزم وحوصلہ اور جذبۂ جان نثاری وسرفروشی بڑھتا جائے گا۔ اور حالات نے ثابت کر دیا ہے، کہ یہی چیزیں کسی قوم کی کامیابی اور سرفروشی کا باعث بن سکتی ہیں۔ جن لوگوں کو اس ملک میں دینی اور اسلامی علوم کی اہمیّت کا احساس نہ ہوگا! وہ درحقیقت ملک وملّت کے تحفظ اور بقاء کے راز سے بے خبر سمجھے جائیں گے ــــ یاد رکھیئے ! مسلمانوں میں اگر قرآن وسنت کی تعلیمات اپنی حقیقی اور اصلی شکل میں قائم نہ رہیں تو نہ یہاں دین رہے گا۔ نہ اسلامی رشتہ۔ نہ ایمانی قوت اور نہ ملک وملّت کے لئے قربانی اور جہاد کا جذبہ : اور کسی قوم

کی ان نعمتوں سے محرومی کا نتیجہ سوائے دائمی ذلّت اور خسران کے اور کیا ہو سکتا ہے۔؟
حضرات ! جبکہ حالات کا رخ تیزی سے پلٹ رہا ہے۔ اور فتنے بڑھ رہے ہیں۔ تو دار العلوم کی ذمہ داریوں اور ضرورتوں میں اضافہ لازمی اور طبعی امر ہے۔ ظاہر ہے کہ دار العلوم کو اپنے نصب العین (حفاظت و اشاعت دین) تک پہنچنے کے لئے جہاں زیادہ سے زیادہ علمی و فکری نظام کی وسعت اور ہمہ گیری کی ضرورت ہے۔ وہاں ان مقاصد کے حصول کے لئے مالی اور مادی ذرائع کی ترقی اور مضبوطی بھی لازمی امر ہے جس کے بغیر ہمارا کوئی اہم منصوبہ شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہمارے موجودہ خاکے تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں۔ مگر جس رب کریم و رحیم نے ۱۹۴۷ء مطابق ۱۳۶۶ھ کے نامساعد حالات، ماحول کی ناسازی اور وسائل و ذرائع کی ناپیدی کے عالم میں توکلاً علی اللہ قائم شدہ اس دینی درسگاہ کی ابتداء کو اتنی ترقی دی اور اسے اتنا محمود العاقبۃ بنایا کہ جسکی ظاہری و معنوی ترقیات آپ کے سامنے ہیں۔ تو اس محسن کریم سے ہمیں توقع ہے کہ جسطرح اب تک آپ جیسے مخلصین کے قلوب کو اس کی پرورش اور آبیاری کی طرف مائل کیا۔۔۔ تو اسکی رحمتوں سے امید ہے کہ آئندہ بھی اپنی بے پایاں رحمتوں سے دستگیری فرمائیں گے۔ اور آپ حضرات کو علوم نبوت کی سرپرستی کے لئے پہلے سے زیادہ ولولہ جوش و خروش سے نوازیں گے۔ اور امید ہے کہ آنحضرات علوم نبویہ کی حفاظت و اشاعت کی اس درسگاہ کے لئے بہترین جذبات اور پائیدار تعاون اور تعلق کے محکم ارادے لیکر یہاں سے منتشر ہوں گے۔

عزیزانِ ملت ! اس مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد ضروری سمجھتا ہوں کہ دار العلوم کے مختلف شعبوں کی مختصر مگر اہم کارگذاری اور آئندہ ضروریات کا اجمالی خاکہ آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ چونکہ یہ جلسہ چھ سال کے بعد ہو رہا ہے، اکابرین و معاونین دار العلوم کے سامنے دار العلوم کی اجمالی کارگذاری بیان کرنا دار العلوم کا معمول رہا ہے۔ اس لئے اس سمع خراشی کی معافی مانگتے ہوئے آج کی فرصت میں دار العلوم کے پچھلے چھ سال ۱۳۸۱ھ تا ۱۳۸۶ھ کے اہم حالات اجمالاً پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں جس سے بحمد اللہ دار العلوم کی رفتارِ ترقی اور تمام شعبوں کی روز افزوں اور نمایاں وسعت پر روشنی پڑے گی۔۔۔۔۔

تعلیمی اور انتظامی شعبوں کی اجمالی کارگذاری

شعبۂ علوم دینیہ عربیہ یہ شعبہ دار العلوم کی جان ہے۔ جس میں تمام علوم و فنون عربیہ دینیہ اصول تفسیر، تفسیر۔ اصولِ حدیث، حدیث۔ اصولِ فقہ، فقہ۔ میراث، بلاغت، صرف نحو۔ منطق، کلام، فلسفہ ادب، مناظرہ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور جسطرح دار العلوم کو ملک و بیرونِ ملک کے اہل خیر حضرات کا تعاون حاصل ہے، اسی طرح اس چشمۂ فیض سے سیراب ہونے والے پاکستان یا اس کے کسی خاص علاقہ تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ بیرونِ ملک۔ افغانستان ایران وغیرہ کے طلباء کی کافی تعداد بھی ہر سال زیر تعلیم و تربیت رہتی ہے۔ درجۂ عربی میں اوسطاً ہر سال چار سو طلباء داخل رہے۔ اس تعداد میں مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے اضافہ نہیں کیا جاسکا جبکہ شوّال کے صرف دو دن داخلہ کرنے سے مذکورہ تعداد پوری ہو جاتی ہے۔ مجبوراً سینکڑوں طلباء کو ہر سال بادل نخواستہ واپس کرنا پڑتا ہے۔ یہ تشنگانِ علومِ نبویہ صرف قریبی علاقوں کے نہیں بلکہ کافی تعداد میں ملک کے دور دراز حصوں اور بیرون ملک کے دور افتادہ علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنکی چھ سالہ علاقائی تفصیل نقشہ ص ___ سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ جس سے بحمد للہ دار العلوم کے فیوضات کی ہمہ گیر وسعت اور عمومِ فیض کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اس شعبہ میں اوسطاً تیرہ ۱۳ ماہرینِ علومِ دینیہ، قابل و تجربہ کار سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے والے اساتذہ کی خدمات حاصل رہیں ___ اس گئے گذرے دور میں ابتدائے شوّال میں اطراف و اکناف سے آنے والے طلباءِ علم کا جذبہ اور شوق و ذوق قابلِ دید ہوتا ہے۔

شعبۂ تعلیم القرآن (اسلامی مڈل سکول) اس میں ۱۹۳۷ء یعنی تقریباً تیس ۳۰ برس سے اکوڑہ خٹک اور اس کے قرب و جوار اور بیرونجات کے رہنے والے بچوں کو قرآنِ مجید۔ احکامِ دین، تعلیم الاسلام کے علاوہ سکولوں کا مروجہ عصری نصاب پڑھایا جارہا ہے۔ اس شعبہ کو پچھلے سال ساتویں کلاس تک ترقی دی گئی ہے۔ اور آئندہ اسے بتدریج ہائی تک بڑھانے کا ارادہ ہے۔ تاکہ قوم کے بچّوں کو دار العلوم کے روحانی اور پاکیزہ ماحول میں رکھ کر زیادہ سے زیادہ

ضروری مسائل اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ کیا جا سکے۔ اس وقت اس شعبہ میں ۵۵۰ بچے زیر تعلیم ہیں۔ اس شعبہ کے اسلامی نصاب کا امتحان مقامی علماء اور منظور شدہ نصاب کا امتحان محکمۂ تعلیم کے ذمہ دار افسر لیتے ہیں۔ بحمداللہ اس شعبہ کی حسنِ کارکردگی اور معیاری تعلیم کا اندازہ ممتحنین کی آراء سے لگایا جا سکتا ہے ـــــ ابتداً یہ شعبہ کرایہ کے مکان میں رہا۔ مگر جگہ کی تنگی اور کرایہ کے بوجھ کے پیش نظر ۱۳۸۳ھ میں دارالعلوم کے متصل مشرقی جانب اس کے لئے مستقل عمارت بنائی گئی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ ہماری تمنّا ہے۔ کہ اس شعبہ سے فارغ ہونے والے بچے دین و دنیا کا حسین امتزاج ہوں اور اسلامی علوم کے معقول حصّہ سے آراستہ ہو کر یہاں سے نکلیں۔ یہ سارا منصوبہ فضلِ خداوندی اور قوم کی توجہ اور بھرپور تعاون ہی سے شرمندۂ تکمیل ہو سکتا ہے۔

شعبۂ افتاء

دارالعلوم کی تبلیغی اور علمی شعبوں میں اہم ترین شعبہ "دارالافتاء" بھی ہے جس کا تعلق ملک و بیرون ملک کے عوام سے ہے۔ اس کے ذریعہ عامۃ المسلمین کی دینی اور فقہی مسائل میں رہنمائی ہو رہی ہے۔ اور عوام و خواص وقت کے پیش آمدہ متنوّعہ اہم مسائل میں استفادہ کرتے ہیں۔ دارالعلوم کی علمی شہرت اور عوام میں اعتماد کی بناء پر اس شعبہ کے کام میں وقت کے ساتھ ساتھ وسعت اور اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت دو ماہر علماء کی زیر نگرانی افتاء کا کام ہو رہا ہے۔ ایک محرّر کی اعانت سے فتووں کی نقول رکھنے کا بھی اہتمام ہے۔ عرصۂ زیر رپورٹ ۱۳۸۱ھ تا ۱۳۸۶ھ میں بذریعہ ڈاک ۲۲۵۷ اہم علمی و فقہی فتاوٰی بھیجے گئے۔ یکم محرم ۱۳۸۷ھ تک صرف درج شدہ مجموعہ فتاوٰی کی تعداد ۳۵۷۰ ہے۔ عموماً ہر استفتاء چار چار پانچ پانچ سوالات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر اوسط تین سوالات کا بھی نکالا جائے تو صرف ان چھ سالوں میں ۱۰۷۷۱ مسائل فقہیہ۔ تاریخ۔ عقائد۔ حدیث اور حوادث و نوازل کے احکام پر مشتمل سوالات کے جوابات لکھے جا چکے ہیں جو رجسٹروں میں محفوظ ہیں۔ یہ روز افزوں تعداد اگر ایک طرف مسلمانوں کے دینی علوم اور احکام میں علماء پر اعتماد و یقین کا بیّن ثبوت ہے۔ تو دوسری طرف دارالعلوم کی مقبولیّت کی واضح علامت بھی ـــــ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس دینی اعتماد و شغف کو زیادہ ترقی عطا فرما دے۔ دارالافتاء کے بعض فقہی احکام و مسائل اور حوادث و نوازل کے بارے میں فتاوٰی کی اشاعت ماہنامہ الحق یا بعض دیگر ملکی جرائد میں بھی کر دی جاتی ہے۔ اس شعبہ کی توسیع اور رجسٹراتِ فتاوٰی کی ترتیب و تدوین کا منصوبہ ہمارے سامنے ہے۔ جو فضلِ خداوندی سے پورا ہو سکتا ہے۔

★

شعبۂ دعوت و تبلیغ

دارالافتاء کے علاوہ وسیع پیمانے پر عامۃ المسلمین میں دینی دعوت و تبلیغ کو بھی اہمیت دی جارہی ہے۔ جیساکہ آپ کو معلوم ہے کہ موجودہ پرفتن دور کے پیش نظر دینی علوم و اسلامی تعلیمات کی اشاعت۔ دینی مسلمات کو ملحدین و زائغین و متجددین کی دست اندازیوں سے محفوظ رکھنے کی خاطر تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت ایک اہم ترین دینی شعبہ بن چکا ہے۔ مسلمانوں کے قلوب و اذہان کو اسلام سے متاثر کرنے کے لئے رسالوں پمفلٹوں۔ کتابچوں اور اشتہارات کی اشاعت بہت ضروری ہے۔ جبکہ دینی علوم کی ترویج و حفاظت اور ان مقاصد کے حصول ہی کے لئے دارالعلوم کی تاسیس ہوئی ہے۔ چنانچہ ابتداء سے دارالعلوم اس مقصد سے غافل نہیں رہا۔ اور حسب ضرورت و وسائل مفید لٹریچر شائع کرتا رہا۔

الحق وقت کی شدید ضرورت، متعلقین اور معاونین کی انتہائی خواہش پر جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۶۵ء سے الحق کے نام سے ایک علمی، دینی اور تبلیغی مجلہ جاری کردیا گیا ہے۔ جو اس ماہ اپنی زندگی کی تیسری منزل میں قدم رکھ رہا ہے۔ اس قلیل عرصہ میں خداوند کریم نے دارالعلوم کے اس علمی ترجمان اور دینی خادم کو ملک و بیرون ملک میں جو خلاف توقع مقبولیت عطا فرمائی۔ وہ ہمارے لئے بے حد حوصلہ افزا ہے۔ برصغیر کے اہل علم۔ ارباب فکر اور عباد و صالحین نیز معاصر مجلات و رسائل نے اس کا خیر مقدم کیا اور اپنی نیک خواہشات اور دعاؤں سے اسے سہارا دیا۔ بیشمار احباب نے اس کے فروغ و اشاعت میں دلچسپی لی۔ اور اکابر علم و فضل نے اپنے بہترین علمی و فکری نگارشات عنایت فرمائے۔ بحمد اللہ ملک و بیرون ملک میں اس کے بہترین دینی اثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ نیز اس کے ذریعہ دارالعلوم کا اپنے معاونین و متعلقین کے ساتھ مستقل ربط و تعلق بھی قائم ہے۔ اس وقت خریداروں کے علاوہ ملک و بیرون ملک کے کئی ممتاز اہل علم، علمی مراکز، لائبریریوں اور اخبارات و رسائل کے نام کافی پرچے اعزازی طور پر بھیجے جارہے ہیں۔ الحق کا حلقۂ قارئین اگرچہ وسیع اور ترقی پذیر ہے۔ مگر پھر بھی اعلیٰ طباعت و کتابت عمدہ کاغذ اور اونچے معیار کی بناء پر یہ رسالہ اب تک اپنے مصارف کا متحمل نہیں ہوسکا۔ اور تبلیغی مقاصد کی غرض سے تقریباً ایک تہائی اخراجات دارالعلوم ہی اٹھا رہا ہے۔ اس موقع پر ہم جہاں اُن تمام مخلصین و اکابر علم و فضل کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اپنے حلقۂ رسوخ میں الحق کی اشاعت کیطرف توجہ فرمائی۔ یا اپنے بلند پایہ افکار و خیالات سے اس علمی مجلہ کو نوازا، وہاں ہم دینی شغف رکھنے والے تمام مسلمانوں سے عموماً اور اہل علم و فضلاء دارالعلوم سے خصوصاً الحق کا حلقۂ اشاعت بڑھانے اور اس کا خریدار بننے اور بنانے

کی پُر زور اپیل کرتے ہیں۔ الحق جتنا ہی مضبوط اور مستحکم ہوتا جائے گا اتنا ہی اعلیٰ معیار اور ظاہری معنوی خوبیوں سے مزیّن ہو کر دین کی اشاعت اور الحاد و بیدینی کا مقابلہ کر سکے گا۔ اس قلمی جہاد میں ہم آپ حضرات کے بھرپور حصہ لینے کے منتظر ہیں۔ الحق کی آواز کو زیادہ سے زیادہ مؤثر اور وسیع کر کے آپ اس دعوت و تبلیغ میں براہِ راست شریک ہو سکتے ہیں، جو وقت کی اہم ترین ضرورت بلکہ ہر دور میں اصلاح و صلاحِ امت کا مدار رہا ہے۔ اس وقت الحق کے تبلیغی مقاصد میں توسیع کے کئی پروگرام اور پشتو وغیرہ زبانوں میں بھی خالص دینی مجلات کے اجراء کا منصوبہ ہمارے سامنے ہے جو حالات کی مساعدت اور وسائل کی فراہمی پر موقوف ہے۔

تبلیغ دار العلوم میں اگر ایک طرف طلباء کو فریضۂ تبلیغ کی اہمیت اور کام کی نوعیت ذہن نشین کرائی جاتی ہے۔ تو دوسری طرف دار العلوم کے بعض اساتذہ اکثر تبلیغی و دینی اجتماعات میں شرکت کیلئے باہر جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ وعظ و تبلیغ کی استعداد پیدا کرنے کے لئے طلباء اپنے شوق سے متعدد جمعتیں بنا کر ہفتہ وار اور ماہوار اجتماعات میں تقریر و تبلیغ کی مشق کرتے ہیں۔

درسِ قرآنِ مجید دار العلوم میں کئی اساتذہ باقاعدہ طلباء کو درسِ قرآن دیتے ہیں۔ نیز رمضان المبارک کی تعطیلات میں بھی ایک مدرس نے بالالتزام کئی دفعہ پورے قرآنِ مجید کا درس دیا۔ جس میں کافی طلباء نے شرکت کی۔

مزید تعلیمی شعبے گذشتہ بعض سالوں میں طلباء کو اردو اور خط و کتابت سکھانے کیطرف بھی توجہ دی گئی۔ اور بعض اساتذہ نے مذکورہ مضامین پڑھائے۔ اس کے علاوہ تجویدِ قرآن کے لئے ایک قاری متعین رہا۔ پچھلے چھ سال میں شعبۂ تجوید میں زیرِ تعلیم طلباء کی تعداد اوسطاً ۲۵ رہی۔ حفظِ قرآن کے لئے ارادہ کے باوجود مستقل شعبہ اب تک قائم نہیں ہو سکا۔ انشاء اللہ العزیز ہم بہت جلد حفظِ قرآن کے قیام اور تجوید و خط و کتابت کے شعبوں کو مزید ترقی دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسکی تکمیل فرماوے۔

دار المطالعہ طلباء دار العلوم کو ملکی حالات سے باخبر رکھنے کے لئے اخبارات و جرائد کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اور کافی طلباء دلچسپی سے ان اخبارات و جرائد کا مطالعہ فرماتے ہیں۔

کتب خانہ طلباء کی ناداری کی بناء پر دار العلوم تمام طلباء کو درسی کتابیں مہیا کرتا ہے۔ نیز اساتذہ کے درس و تدریس و مطالعہ، شعبۂ تصنیف و تالیف اور خاص طور سے دار الافتاء کے لئے اسلامی علوم و فنون کی تمام اہم کتابوں کا اکٹھا کرنا ضروری ہے۔ اس مقصد کیلئے

دارالعلوم کے کتب خانہ کی توسیع ہوتی رہتی ہے۔ مگر درسی کتابوں کے طلباء کی کثرت کیوجہ سے اب تک بعض کتابوں خاص طور پر دورۂ حدیث میں کئی کئی طلباء ایک ایک کتاب سے کام چلاتے ہیں۔ عرصۂ زیر رپورٹ (چھ سال میں) چھ سو چالیس کتابیں قیمتاً خریدی گئیں اور بسلسلۂ وقف تیرہ سو اٹھتر کتب و رسائل معطیان کرام نے داخل فرماکر اپنے لئے صدقۂ جاریہ کی راہ کھولی۔ ان حضرات میں ادارۂ مجلس علمی کراچی۔ الحاج حکیم محمد ایوب صاحب ندوی پشاور۔ جناب بھائی خان صاحب بھائی لینڈ۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی لاہور۔ مولانا عبدالحفیظ مرحوم مدرس مظاہر العلوم سہارنپور۔ پشاور کے سابق ڈی سی صاحب معرفت جناب غلام مصطفےٰ صاحب جج پشاور۔ جناب احمد حسن عباسی ایبٹ آباد۔ جناب حافظ رشید احمد صاحب و الحاج فضل رحمان صاحب پار ہوتی مردان۔ منشی حنیف گل صاحب تھانو صوابی۔ مولانا سلطان محمود صاحب ناظم دارالعلوم حقانیہ خاص طور سے قابلِ ذکر اور مستحق صد تشکر ہیں۔ ایسے تمام واقفین کتب کے اسماء گرامی معہ اسماء کتب وقف شدہ دارالعلوم کی سالانہ روئیدادوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔

۱۳۸۴ھ کے اختتام میں دارالعلوم کے کتب خانہ میں مختلف علوم و فنون کے درسی وغیر درسی ضخیم حواشی و شروح پر مشتمل ۶۹۲۱ کتب موجود ہیں۔ جن میں سے ہر سال اوسطاً ۲۷۰۰ کتب طلباء و اساتذہ کو روزنامچہ میں درج کر کے سال بھر کے لئے مستعار دی جاتی ہیں۔ کتب خانہ کی توسیع کے ساتھ ساتھ کتابوں کی حفاظت اور جلد بندی کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اور اوسطاً جلد بندی پر ہر سال تقریباً چار سو روپیہ صرف ہوتے ہیں۔

حضرات! آپ پر یہ حقیقت مخفی نہ ہوگی کہ ایک علمی ادارہ کے لئے کتب خانہ کی حیثیت ایک اسلحہ خانہ کی ہوتی ہے۔ دارالعلوم کے تعلیمی، تبلیغی اور تصنیفی مقاصد اور شعبۂ افتاء کے لئے ان قدیم و جدید تمام تصانیف کا ہونا ضروری ہے، جن کا تعلق دین کے کسی نہ کسی شعبہ کے ساتھ ہو۔ پھر اس علمی ذخیرہ کے لئے مناسب و موزوں مستقل عمارت، ترتیب کتب قلمی کتابوں کی حفاظت نیز کارڈ سسٹم کے اجراء کے لئے مستقل شعبہ درکار ہے۔ اگر فضلِ خداوندی شاملِ حال رہا اور اہل خیر نے اس صدقۂ جاریہ میں شریک ہونا قبول کیا تو کتابوں کی یہ بنیادی ضرورت بھی پوری ہو سکے گی۔ ہم اس عظیم الشان اجتماع کے موقعہ پر اہل علم اور اہل خیر حضرات کو خاص طور پر اس طرف توجہ دلاتے ہیں۔۔۔۔۔۔

شاندار نتیجہ دارالعلوم کے تمام شعبوں کی ترقی اور تعداد طلباء کا اضافہ بحمد اللہ دارالعلوم کے تعلیمی نتائج کے حوصلہ افزا ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ صرف دورۂ حدیث شریف

جس کے امتحانات وفاق المدارس العربیہ کی نگرانی میں ہوتے رہے ہے، کی چھ سالہ رپورٹ سے رفتار ترقی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ سال ۱۳۸۱ھ میں ۱۹ اور ۱۳۸۲ھ میں ۳۷ اور ۱۳۸۳ھ میں ۵۶ ۱۳۸۴ھ میں ۶۳ ۱۳۸۵ھ میں ۶۳ ۱۳۸۶ھ میں ۸۲ طلباء نے دورۂ حدیث شریف کا امتحان دیا صرف آخری سال یعنی ۱۳۸۶ھ میں دورۂ حدیث شریف میں ۴۲ طلباء درجۂ اوّل یعنی فسٹ ڈویژن میں کامیاب ہوئے جو مجموعہ تعداد کی نصف ہے۔ اسی سال درجۂ وسطیٰ میں سولہ اور ادنیٰ میں چودہ طلباء کامیاب ہوئے ——— بعض مرتبہ ان طلباء میں سے بعض حضرات نے نمبرات کے لحاظ سے پورے مغربی پاکستان میں اوّل یا دوم یا سوم کا درجہ حاصل کیا۔ ان نتائج پر وفاق المدارس کے ارباب نظم ونسق نے بھی جذبات تبریک ومسرت کا اظہار کیا۔ سال رواں یعنی ۱۳۸۷ھ میں طلباء دورۂ حدیث کی تعداد ۱۲۰ ہے۔

انتظامات

دارالعلوم دیوبند برصغیر کے علمی ودینی اداروں کا قبلۂ علم ہے۔ اور اس کے ضوابط و اصول اور انتظامات مثمر برکات ہونے کے لحاظ سے آزمودہ شدہ ہیں۔ بنابریں دارالعلوم حقانیہ میں قواعد وضوابط نظم ونسق۔ تدریس وتعلیم اور امتحانات کا طریقہ وہی رائج ہے۔ جو مرکز علمی دارالعلوم دیوبند میں نافذ ہے۔

مجلس شوریٰ اور آئین

ان تمام انتظامات کو کنٹرول کرنے کے لئے ایک بااختیار مجلس شوریٰ قائم ہے۔ جس کے بجٹ وغیرہ کے سلسلہ میں اہم اجلاس ہوتے ہیں۔ مقامی طور پر مہتمم کی نگرانی میں ایک مجلس منتظمہ انتظامی امور سرانجام دے رہی ہے۔ دارالعلوم کی تنظیم وترقی کے لئے مستقل دفتر قائم ہے۔ جس میں ایک معتمد ناظم اعلیٰ تین نائب ناظم دو چپراسی کام کرتے ہیں۔ تحصیل چندہ کے لئے سفراء کا بھیجنا اور اپیل وغیرہ کی ترسیل۔ حسابات آمد وخرچ اور بجٹ کی تیاری وغیرہ کے علاوہ تمام تنظیمی امور اس شعبہ کے ذمہ ہیں۔ دارالعلوم کے انتظامات وغیرہ ایک آئین کے ماتحت ہیں جسکی باقاعدہ منظوری مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس مورخہ ۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۵ر اکتوبر ۱۹۶۱ء میں دی ہے۔

امتحانات

ہر سال آغاز صفر میں سہ ماہی اور آغاز جمادی الاوّل میں ششماہی اور آغاز شعبان میں سالانہ امتحانات لئے جاتے ہیں۔ جانچ پڑتال ونگرانی کے لحاظ سے بحمداللہ دارالعلوم کے امتحانات یونیورسٹیوں کے برابر ہوا کرتے ہیں۔ اکثر امتحانات تحریری ہوتے ہیں۔ امتحان میں سوالات کے جوابات پشتو، اردو، فارسی کے علاوہ اکثر طلباء عربی میں لکھتے ہیں۔ اگر کسی کتاب

میں طالب علم کامیاب نہ ہوسکے تو اسے اگلے سال اس فن میں ترقی نہیں دی جاتی، اور نہ یہ کتاب سندِ فراغت میں لکھی جاتی ہے۔ دورہ حدیث شریف کے امتحانات پچھلے کئی سال سے وفاق المدارس کے منتخب ناظرین کی نگرانی میں ہوتے ہیں۔ دیگر امتحانات کی کتابوں کے لئے اساتذہ میں سے ایک ناظم امتحانات کی تقرری ہوتی ہے۔

وفاق المدارس

مدارس عربیہ دینیہ کی مشترکہ تنظیم اور باہمی الحاق وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے وفاق المدارس کی جو تنظیم قائم ہے، دار العلوم حقانیہ اس سے منسلک اور اس کا ایک اہم رکن ہے۔ اور اس کے تنظیمی اور اصلاحی پروگراموں میں نظم جماعت کی پابندی کرتے ہوئے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے۔ ناچیز بحیثیت ایک خادم و نائب صدر وفاق المدارس العربیہ تمام مدارس عربیہ کے اربابِ کار سے حالاتِ حاضرہ کی نزاکت کے پیشِ نظر اس تنظیم کی تقویت اور تائید کی پُر زور اپیل کرتا ہے۔ امید ہے کہ خدامِ علوم دینیہ کا یہ تعاون و باہمی اشتراک ہر طرح کی برکات معنویہ و ظاہریہ کا موجب ہوگا۔ اور اس سے مدارسِ عربیہ کو مزید ترقیاں نصیب ہوں گی ــــــ

رجسٹریشن

ملک کے معتمد اور مستند اداروں کے لئے حکومت کے قوانین کی رُو سے ان اداروں کا رجسٹرڈ کرانا ان اداروں کے حق میں مفید ہوتا ہے۔ رجسٹریشن نہ ہونیکی صورت میں کئی دقتیں پیش آیا کرتی ہیں۔ اس بناء پر دار العلوم کی رجسٹریشن حسب دفعہ ــــــ SRO 501/سی نمبر 7 (36) آئی۔ ٹی۔ پی / 55 کر دی گئی ہے جس کے نتیجہ میں مرکزی حکومت کیطرف سے دار العلوم حقانیہ کو ادا کردہ چندہ انکم ٹیکس کے حساب سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دار العلوم کے حسابات کو صاف و منضبط رکھنے کی خاطر ہر سال دار العلوم کا تمام حساب وکتاب و رسیدات اور ادائیگی حسابات کے بل راولپنڈی میں آڈٹ کرائے جاتے ہیں۔ اور آڈیٹرز رپورٹ ہر سال کی مجلس شوریٰ کے سامنے پیش کر دی جاتی ہے۔ جو بحمد اللہ نہایت تسلی بخش اور قابلِ اطمینان ہوتی ہے۔

شعبۂ مطبخ

سرکاری کالجوں میں ایک طالب علم کو اوسطاً صرف کھانے پینے پر پچاس روپے ماہوار خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ مگر عربی علوم کے طلباء کی اکثریت نادار ہوتی ہے۔ اس لئے پڑھنے والے طلباء کی دیگر ضروریات کے علاوہ خورد ونوش کا انتظام دار العلوم ہی کو کرنا پڑتا ہے۔ اس مقصد کے لئے مطبخ کا ایک مستقل شعبہ قائم ہے۔ جس سے ہر سال اوسطاً ۲۵۰

طلباء کھانا لیتے ہیں۔ اور اوسطاً ہر سال اس شعبہ پر پنتیس ہزار روپے خرچ آتا ہے۔ عرصہ زیر رپورٹ (چھ سال) میں اس شعبہ پر ایک لاکھ نوے ہزار سات سو نواسی روپے سینتالیس پیسے خرچ ہوئے اس وقت مطبخ میں ایک ناظم دو باورچی اور ایک چپراسی کام کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو مدرسہ صرف اللہ کا نام لیکر شروع ہوا ہو اور مستقل آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ ہو، وہ ایک طالب علم سے بھی کھانے کا وعدہ نہیں کر سکتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان اور وعدۂ حفاظت دین کا ظہور ہے کہ وہ خزانۂ غیب سے علوم نبویہ کے طلباء کے مصارف کا انتظام فرماتے رہتے ہیں۔ اور یہ اُس کی سنت جاریہ ہے کہ جن چیزوں پر انسان کی حیات جسمانی یا روحانی موقوف ہے، اسکا حصول آسان بنا دیا ہے۔ جسطرح پانی اور ہوا مدار حیات اور سہل الحصول ہیں اسطرح علم الٰہی اور علوم نبویہ (جو حیات روحانی کا مدار ہے) کا ان بے سرو سامان لوگوں کیلئے بھی اس کے حصول کا انتظام فرمایا۔ کیلا یکون للناس علی اللہ حجۃ۔ مطبخ سے گنجائش کی کمی کی وجہ سے جن طلباء کو کھانا نہیں دیا جاسکتا ان کے قیام و طعام کا نظم مقامی اور گرد و نواح کی مساجد میں کیا جاتا ہے۔ پچھلے دو سال سے ملک میں غذائی قلت کی وجہ سے دارالعلوم کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے۔ اسکا حل یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ملک کے اہل خیر زراعت پیشہ اور زمیندار حضرات مطبخ کے لئے غلہ کی شکل میں امداد فرما کر اتنا سٹاک بہم پہنچایا کریں جو سال بھر کے لئے مہمانان رسول عربیؐ طلباء علم کی غذائی ضروریات کا کفیل ہو سکے۔

شعبۂ آب رسانی دارالعلوم کی تعمیرات کی وسعت کی بناء پر آب رسانی مستقل شعبہ کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ پچھلے دو چار سالوں میں ایک عدد مزید ٹیوب ویل پانچ ہارس پاور کا نصب کیا گیا پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے ایک ٹینکی بنائی گئی۔ نیز مسجد کے غسل خانوں، وضو خانوں، استنجا خانوں کے علاوہ اساتذہ کے کوارٹروں شعبۂ تعلیم القرآن کی عمارت اور مطبخ میں پانی پہنچانے کے لئے نل بچھایا گیا۔ صرف ۱۳۸۶ھ میں آب رسانی پر تقریباً ایک ہزار روپے خرچ ہوئے۔

شعبۂ برقیات آب رسانی کیطرح بجلی، روشنی، پنکھوں کے انتظام کا کام بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں بجلی کی فٹنگ اور بلوں کی ادائیگی کی صورت میں آٹھ ہزار چھ سو چھپن روپے چھپن پیسے خرچ ہوئے۔ جامع مسجد، وضو خانوں اور شعبۂ تعلیم القرآن میں فٹنگ چونکہ سال رواں ۱۳۸۷ھ میں ہوئی اس لئے اس کے مصارف اس میں شامل نہیں ہیں۔

واردین وصادرین

دارالعلوم میں وقتاً فوقتاً ملک و بیرون ملک کے مشاہیر علم وفضل اور اکابر دین تشریف لاتے ہیں۔ ایسے مواقع پر طلبار کو ان کے علوم و نصائح سے مستفید کرانے کے لئے دارالحدیث میں اجتماعات کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں نہ صرف پاکستان بلکہ بھارت، شام، کویت وغیرہ کے کئی اکابر علم وفضل نے طلباء کو اپنے گرانمایہ ارشادات سے محفوظ کیا۔ ان حضرات کو دارالعلوم کے تمام شعبے بھی ملاحظہ کرائے جاتے ہیں۔ رپورٹ کے آخر میں بعض حضرات کی آرار وتاثرات شریک اشاعت ہیں۔

علمی و دینی صدمے

پچھلے چند سال میں ملّت مسلمہ کو چند اہم دینی اور علمی سانحات کا سامنا کرنا پڑا جس سے دارالعلوم اور تمام دینی مدارس اور اداروں کا متاثر ہونا لازمی امر تھا۔ دارالعلوم میں ان حضرات کے ایصال ثواب اور بارگاہ الٰہی میں رفع درجات اور ملّت مسلّمہ کو ان حضرات کا نعم البدل عطا فرمانے کی دعائیں کی گئیں۔ مرحومین حضرات کے پسماندگان سے شخصی اور اداراتی حیثیت سے اظہار تعزیت بھی کیا گیا۔ آج ہم اس اہم علمی و دینی اجتماع میں ایک بار پھر دین وملت کے ان برگزیدہ خدام کے درجات عالیہ کے لئے دست بدعا ہیں اور ان کی ارواح طیبہ کو ان کی جلیل القدر دینی خدمات پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب امیر التبلیغ۔
حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہاروی۔
حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدینہ طیبہ۔
حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی۔
اہلیہ محترمہ حضرت علامہ المحدث انورشاہ کشمیری۔
والدہ محترمہ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ۔
اہلیہ محترمہ مولانا عزیر گل اسیر مالٹا۔
حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی۔ (رکن مجلس شوریٰ)
حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب دیوبند۔
حضرت مولانا شیر محمد صاحب سندھی مہاجر مدینہ طیبہ۔
محترم جناب شیخ حسام الدین صاحب۔ لاہور۔
حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان صاحب کاملپوری مرحوم۔
حضرت مولانا عبدالخالق صاحب کبیر والا۔ ملتان۔
جناب الحاج وجیہہ الدین صاحب مرحوم۔ کراچی۔
مولانا [illegible] صاحب [illegible]۔ مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھا۔
مولانا محمد [illegible] الدین صاحب کراچی۔

ملک کی حفاظت و سالمیت اور دار العلوم حقانیہ

ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ سے پیدا شدہ صورت حال کو محبان ملک و ملت کارکنان دار العلوم حقانیہ نے شدید تشویش اور پریشانی سے دیکھا ملک کے دفاع اور حفاظت کیلئے طلباء کا جوش و خروش قابل دید تھا۔ متعلقین، اساتذہ، طلباء نے نہ صرف ملک کے دفاعی فنڈ میں حصہ لیا۔ بلکہ اکثر طلباء نے "رضاکار فوج" کے لئے نام پیش کئے اور کئی طلباء نے اکوڑہ کی فوجی ٹریننگ میں شرکت کی۔ اس کے علاوہ ان دنوں ملک کی سالمیت اور بقاء کے لئے دار العلوم میں پورے الحاح و تضرع سے دعائیں جاری رہیں — اور ذمہ داران دار العلوم نے ہر قسم کی خدمات کی پیشکش کی۔

مشرق وسطیٰ

شدت احساس اور تاثر کا یہی حال مشرق وسطیٰ کی حالیہ عرب اسرائیل جنگ میں بھی رہا۔ عرب بھائیوں کی مصیبت اور سقوط بیت المقدس پر دار العلوم کا ہر فرد خون کے آنسو رویا۔ اور دار العلوم کے ہر فرد نے بارگاہ ایزدی میں مسلمانوں کی فتح و کامرانی اور کفار کی تباہی و بربادی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ عالم اسلام کے اس سانحہ عظمیٰ میں دار العلوم پوری طرح شریک ہے۔ اور بارگاہ کریمی سے اس مبارک دن کا متمنی اور ملتجی ہے جس دن تمام اسلامی علاقوں بالخصوص بیت المقدس پر اسلام کا پھریرا دوبارہ لہرائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

شعبۂ مالیات

جیسا کہ معلوم ہے ادارہ کی جملہ ضروریات اور ترقیاتی منصوبوں کا دار و مدار شعبۂ مالیات پر ہے۔ دار العلوم کے کثیر اخراجات اور وسعت کار کے باوجود آمدنی کے ذرائع منضبط نہیں ہیں۔ اور نہ کوئی مستقل آمدنی یا کسی محکم القول صاحب ثروت کے وعدے اس کی پشت پر ہیں۔ بلکہ دار العلوم حقانیہ کی آمدنی بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے مادر علمی دار العلوم دیوبند کے متوکلانہ نظام کیطرح تخمینۂ خرچ کی تابع رہتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ دار العلوم کی مجلس شوریٰ نے علمی اور ترقیاتی کاموں کے لئے جتنا بجٹ منظور کیا۔ خداوند کریم نے اُس سال اتنی آمدنی مہیا فرما دی جبکہ منظوری لیتے وقت سال بھر کا خزانہ تو کیا موجود ہوتا اُس میں نصف سے بھی زیادہ خسارہ رہتا۔ مگر خداوند کریم کے بے پایاں فضل سے جملہ ضروریات اہل خیر حضرات اور عامۃ المسلمین کے بے لوث عطیات اور مخلصانہ امداد

عطیات، زکوٰۃ، صدقات واجبہ نافلہ سے پوری ہوتی رہیں۔ بعض اوقات دارالعلوم کے دو ایک سفراء اور بعض اراکین بھی اہل خیر حضرات کے پاس جاتے ہیں۔ اور اہل خیر حسب توفیق امداد فرماتے ہیں۔ وہ تمام رقومات جو دارالعلوم کو پہنچ جاتی ہیں۔ محصل چندہ کی رسید کے علاوہ دفتر اہتمام سے دوسری رسید وصولی رقم اور شکریہ کی ان کی خدمت میں ارسال کر دی جاتی ہے۔ اور ہر سال ان کے اسماء گرامی معہ تفصیل چندہ مستقل روئیداد میں شائع کر دئیے جاتے ہیں۔ آمد و خرچ کے لئے مدّات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ معطی حضرات جس مد میں چندہ دینا چاہیں اُس مد میں درج کر کے اسے اسکی حسب خواہش خرچ کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے لئے جو مد ہے اسکی آمدنی مطبخ میں طلباء کے کھانے پر خرچ کر دی جاتی ہے۔ تعمیرات اور تنخواہوں پر صرف عطیات و صدقات خرچ کئے جاتے ہیں۔ آمد خرچ کا حساب باقاعدہ روزنامچوں اور کھاتوں میں درج ہوتا ہے۔

مدّات خرچ

خرچ کی مدات میں تنخواہ ملازمین اور مصارف طلباء قیام و طعام، نقد امداد طلباء مستحقین وعلاج معالجہ صابن، ادویات، روشنی، کرایہ مکانات، کتب، تعمیرات، ڈاک، اشاعت وضروری سامان، اور ماہنامہ الحق وغیرہ شامل ہیں۔ آمدنی کے تناسب سے مصارف کو بااصول اور بالکفایت رکھتے ہوئے ہر مد میں ترقی بھی پیش نظر رہتی ہے۔ تاکہ پائیداری کے ساتھ ہر مجوزہ سکیم سرانجام ہوتی رہے۔

تفصیل آمدن نقد

پچھلے چھ سالوں میں جو آمدنی یا مصارف بشکل نقد یا اجناس ہوئے یہاں اس کا اجمالاً ذکر کیا جائے گا۔ ہر سال کے مختلف ذرائع اور مدات کی تفصیل مجلس شوریٰ کے اجلاس میں پیش ہوتی رہی ہے۔ اور پچھلے دو سال سے اسے "الحق" میں بھی شائع کیا جاتا رہا ہے۔ البتہ اس رپورٹ میں ایک جامع نقشہ شامل کیا جا رہا ہے جس سے پچھلے چھ سال کی جملہ مدات کے نقد آمدنی اور اخراجات کا بخوبی علم ہو سکتا ہے۔ اس نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۳۸۱ھ میں اٹھتر ہزار دو سو ستاون روپے اکیاون پیسے۔ سنہ ۱۳۸۲ھ میں ایک لاکھ بارہ ہزار پچاس روپے اڑتیس پیسے۔ سنہ ۱۳۸۳ھ میں ایک لاکھ بارہ ہزار پانچ سو پانچ روپے دس پیسے۔ سنہ ۱۳۸۴ھ میں ایک لاکھ پچیس ہزار سات سو اڑسٹھ روپے چوہتر پیسے۔ سنہ ۱۳۸۵ھ میں ایک لاکھ پینتیس ہزار چھ سو چھیالیس روپے ستائیس پیسے۔ سنہ ۱۳۸۶ھ میں ایک لاکھ چوّن ہزار سترہ روپے چھیانوے پیسے کی آمدنی ہوئی جس کا مجموعہ سات لاکھ بیس ہزار دو سو پینتالیس روپے چھیانوے پیسے بنتا ہے۔

تفصیل اخراجات نقد چھ سالہ

سنہ ۱۳۸۱ھ میں ایک لاکھ چار ہزار ایک سو چوہتر روپے ترپن پیسے۔ سنہ ۱۳۸۲ھ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار ایک سو ستاون روپے سات پیسے۔ سنہ ۱۳۸۳ھ میں ایک لاکھ پندرہ ہزار سات سو ستاون روپے دس پیسے۔ سنہ ۱۳۸۴ھ میں ایک لاکھ اٹھارہ ہزار پانچ سو ستاون روپے سات پیسے۔ سنہ ۱۳۸۵ھ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار بتیس روپے بانوے پیسے۔ سنہ ۱۳۸۶ھ میں ایک لاکھ پینتالیس ہزار تین سو اکتالیس روپے سینتیس پیسے نقد خرچ ہوئے جس کا مجموعہ سات لاکھ بتیس ہزار اڑتیس روپے ترپن پیسے بنتا ہے ــــــ ان اخراجات کی مدوار تفصیل بھی منسلکہ نقشہ سے معلوم کی جاسکتی ہے اخراجات مندرجہ بالا آمدنی سے پچیس ہزار نو سو سترہ روپے دو پیسے زائد خرچ ہوئے جو سابقہ بقایا سے پورا کر لیا گیا۔

آمدن بصورت اجناس

چھ سالہ آمدن گندم اٹھتر من سترہ سیر۔ مکئی بارہ من چھتیس سیر۔ چنا ایک من چونتیس سیر۔ صابن ترپن من تنتیس سیر ایک چھٹانک۔ آلو ایک من بیس سیر۔ گڑ ایک من اڑھتیس سیر ۴ چھٹانک۔ چاول ایک من بارہ سیر۔ شلغم تین من بیس سیر۔ پیاز ایک من دس سیر چار چھٹانک۔ گوشت سات من آٹھ چھٹانک۔ سرخ مرچ ایک سیر آٹھ چھٹانک۔ بان پانچ سیر چار چھٹانک۔ کپڑا ایک ہزار دو سو چھتیس گز چار گرہ۔ چوب عمارتی ایک سو نواسی فٹ ساڑھے پانچ انچ۔ کتب و رسائل ایک ہزار پانچ سو چودہ۔ بکرا ستر عدد۔ دنبہ آٹھ عدد۔ گاؤ بچہ تین عدد۔ گائے چھ عدد۔ چرم قربانی ایک ہزار ایک سو چھہتر۔ چادر چار عدد۔ نمدہ ترتالیس عدد۔ پاجامہ بارہ عدد۔ کوٹ ایک سو ستائیس عدد۔ بوٹ چھ جوڑہ۔ شلوار اڑھتیس عدد۔ قمیض بیالیس عدد۔ زری کلہ دو عدد۔ نئے بنیان سات عدد۔ جرسی ۱۳ عدد۔ سویٹر پینتیس عدد۔ نیکر ایک عدد۔ رومال پچیس عدد۔ ٹوپی نو عدد۔ چارپائی پاوہ ایک جوڑہ۔ جراب پانچ جوڑہ۔ مستعمل واسکٹ چار عدد۔ کلوشہ دو جوڑہ۔

اخراجات بصورت اجناس

مندرجہ بالا اجناس میں سے گندم۔ مکئی۔ چنا۔ آلو۔ گڑ۔ چاول شلغم۔ پیاز۔ گوشت۔ سرخ مرچ۔ بان۔ بکرا۔ دنبہ گاؤ بچہ۔ گائے۔ چرم قربانی۔ چادر۔ بوٹ۔ زری کلہ۔ بنیان۔ جراب۔ کلوشہ۔ پاوہ چارپائی۔ واسکٹ کُل کے کُل اپنے اپنے مصارف میں خرچ کئے گئے۔ اور صابن سے تریسٹھ من تین سیر چودہ چھٹانک کپڑا میں سے نو سو چون گز دو گرہ۔ چوب عمارتی میں سے ایک سو پینسٹھ فٹ ساڑھے پانچ انچ خرچہ ہوا۔ کوٹ چھ عدد، قمیض دو عدد، شلوار تین عدد۔ ٹوپی چار عدد۔ جرسی تین عدد۔ سویٹر نو عدد خرچ ہوئے۔ اور نمدہ، رومال اور نیکر یکم محرم سنہ ۱۳۸۷ھ تک مکمل موجود ہیں۔

تعمیرات

تعمیرات کا سلسلہ مستقلاً جاری رہتا ہے۔ اور ایک معقول رقم ہر سال ضروری تعمیرات پر خرچ کی جاتی ہے۔ عرصہ زیر رپورٹ میں تعمیرات پر ایک لاکھ تہتر ہزار پچاس روپے پانچ پیسے خرچ ہوئے۔ جن میں سے بعض اہم تعمیرات کا اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

جامع مسجد

جامع مسجد بحمداللہ تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ اس کا سنگ بنیاد ۲۲ شعبان ۱۳۷۷ھ کو مدینہ طیبہ کے مشہور شیخ طریقت حضرت مولانا عبد الغفور صاحب عباسی مدظلہ نے اپنی تشریف آوری کے موقع پر رکھا۔ مسجد کے صدر دروازے کا سنگ بنیاد دار العلوم کے سالانہ اجلاس ۱۳۸۲ھ میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم دیوبند اور پاکستان کے کئی ممتاز اکابر و مشائخ نے رکھا۔ تعمیرات مسجد کے مصارف کیلئے الگ فنڈ رکھا گیا۔ اور جن حضرات نے خانہ خداوندی کی تعمیر میں حصہ لینا چاہا۔ ان کی خواہش کے مطابق انکی کمائی اسکی تعمیر پر صرف ہوئی۔ البتہ آخر میں مسجد کے فنڈ کی کمی کی وجہ سے تعلیمی فنڈ سے قرض لے کر مسجد کے مصارف پورے کئے گئے۔ جو حضرات تعمیر مسجد میں حصہ لینا چاہیں انکی امداد سے تعلیمی فنڈ کا قرضہ پورا کیا جائے گا۔ اس وقت یعنی ۲ رجب ۱۳۸۶ھ تک مسجد پر جملہ مصارف ایک لاکھ پچاس ہزار ایک سو تیتیس روپے بائیس پیسے ہوئے۔ اس وقت بھی تعمیر مسجد کا کافی کام باقی ہے جس کا ذکر آئندہ عزائم کے ضمن میں آ رہا ہے۔

دار الاقامہ

طلباء کی رہائش کا مسئلہ شدید شکل میں عرصہ سے ہمارے سامنے ہے۔ کرایہ کے متفرق مکانات میں عارضی قیام کی صورت میں ایک تو خزانہ دار العلوم پر ہر سال کرایوں کا کافی بوجھ پڑتا ہے۔ دوسری طرف طلباء کی نگرانی اور ترتیب اور اجتماعی بود و باش بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ اس غرض سے دار العلوم کے مغربی جانب دار العلوم کے سالانہ اجلاس مورخہ ۹ محرم ۱۳۸۲ھ میں حضرت قاری محمد طیب صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین مدظلہ حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ اور دیگر اکابر کے مبارک ہاتھوں دار الاقامہ کی بنیاد رکھی گئی۔ بحمداللہ اب تک اس حصہ کے ۲۰ کمرے تعمیر ہو چکے ہیں۔ جن میں ۹۱ طلباء سکونت پذیر ہو سکتے ہیں۔ تعمیر شدہ اس حصہ پر یکم محرم ۱۳۸۶ھ تک ۹ ۴۱۹۳ روپے ۳۲ پیسے کے مصارف آ چکے ہیں۔

تعلیم القرآن اس وقت تک مدرسہ تعلیم القرآن کے لئے جناب الحاج محمد اعظم خان صاحب رئیس اکوڑہ و رکن مجلس شوریٰ کی عنایت کردہ زمین پر، کمرے تعمیر کرائے گئے ہیں جس پر مجموعی طور سے تینتیس ہزار پانچ سو اکیس روپے تریاسی پیسے لاگت آچکی ہے۔ اس رقم میں پندرہ ہزار روپے ٹاؤن کمیٹی کے سابق چیئرمین اور دیگر معزز ممبران نے باہمی مشورہ سے قصبہ کے رفاہ عامہ فنڈ سے عنایت فرمائے جزاھم اللہ فی الدارین خیرا۔ باقی رقم اٹھارہ ہزار پانچ سو اکیس روپے خزانۂ دار العلوم سے خرچ کی گئی۔

تعمیر دار المدرسین مسجد کی پشت پر اُن اساتذہ وعملہ دار العلوم کے لئے جن کے ساتھ اہل وعیال ہیں۔ پانچ کوارٹر تعمیر کئے گئے ہیں۔ عرصۂ زیر رپورٹ میں اس پر سولہ ہزار نو سو ترپن روپے پندرہ پیسے خرچ ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اس عرصہ میں نو سو بیتالیس روپے مرمت تعمیرات اور دو سو اکیاسی روپے پچپن پیسے مرمت مطبخ پر خرچ ہوئے۔

آئندہ عزائم

فوری تعمیری ضروریات

دار الاقامۃ جیسا کہ معلوم ہوا کہ دار الاقامۃ صرف ½ حصہ مکمل ہو چکا ہے جس حصہ میں صرف ۹۱ طلباء قیام کر سکتے ہیں جبکہ کم از کم ڈھائی سو طلباء کے قیام کا انتظام ضروری ہے۔
اس وقت کافی طلباء عارضی طور پر درسگاہوں میں یا کرایہ کے مکانوں اور مساجد میں سکونت پذیر ہیں۔ دار العلوم کو اپنے ایک مکمل اور وسیع دار الاقامۃ کی جلد از جلد ضرورت ہے۔ اس کی تکمیل اور مغربی نالہ میں مضبوط پشتہ اور بھرائی وغیرہ پر دو لاکھ روپے کے مصارف کا تخمینہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور عامۃ المسلمین کی توجہات مبذول رہیں تو یہ خطیر مصارف پورے ہو سکیں گے۔ اور تمام طلبہ اجتماعی اداب وضوابط کے تحت اطمینان ویکسوئی سے اس میں قیام کر سکیں گے۔

مہمان خانہ دار العلوم میں ہر قسم اور مختلف طبقہ کے مہمانوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے جن میں بعض اہم شخصیتیں بھی ہوتی ہیں۔ مگر اب تک مناسب مہمان خانہ

نہ ہونے کی وجہ سے کماحقہ، آرام نہیں پہنچایا جاسکتا۔ عرصہ سے اس مہمان خانہ کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ جس میں رہائش کے لوازمات بیت الخلاء، غسل خانہ وغیرہ کا بہتر انتظام ہو۔ وسائل مہیا ہونے پر انشاء اللہ اسکی تعمیر کرائی جائے گی۔

کتب خانہ

دار العلوم جیسے علمی ادارہ کے کتب خانہ کے لیئے ایک مستقل موزوں عمارت لازمی ہے۔ اب تک اس کے لیئے کوئی مستقل عمارت نہیں۔ دار الحدیث سے ملحق ایک درسگاہ کو عارضی طور پر کتب خانہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ تعلیمی سال کے اختتام پر اس میں کتابیں نہیں سماسکتیں۔ اور زمین پر ڈھیر لگانے پڑتے ہیں۔ نیز لائبریری کے لیئے روشنی اور ہوا وغیرہ نیز قلمی کتب کی الگ ترتیب کی ضرورت ہے۔

اور یہ سب کچھ تب ہو سکتا ہے کہ کتب خانہ کے لیئے ایک موزوں عمارت بنائی جائے۔ جس میں کتابوں کے علاوہ مطالعہ اور تحقیق و تصنیف کے لیئے بھی الگ کمرے ہوں، جس پر ابتدائی مصارف کے لیئے دس ہزار روپے کا تخمینہ ہے۔

تعلیم القرآن

دار العلوم کے شعبہ تعلیم القرآن کی کلاسوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جبکہ موجودہ عمارت پہلے سے ناکافی ہے۔ بچوں کی بعض ابتدائی کلاسیں گاؤں کی ایک عمارت میں قائم ہیں۔ اور کچھ بچے باہر چمن میں اور باغیچوں میں بیٹھتے ہیں۔ اس حصہ کی توسیع موجودہ جگہ میں اسطرح ممکن ہے کہ ملحقہ تالاب پر لینٹر ڈالا جائے۔ اور اس کے اوپر مزید کمرے تعمیر کئے جائیں۔ اس سکیم پر بھی کم از کم تیس ہزار روپے لاگت کا اندازہ ہے۔

مکانات

اساتذہ اور عملہ کے لیئے پانچ مکانات تعمیر ہو چکے ہیں۔ اتنے کافی عملہ اور اساتذہ کے لیئے ان سے کام نہیں چلتا کم از کم تین مزید مکانات فوری طور پر درکار ہیں جو دار المدرسین کے سامنے میدان میں تعمیر کرائے جا سکتے ہیں۔ ان تعمیری ضروریات کی طرف اہل خیر توجہ فرما کر حسب توفیق امداد فرمادیں۔ یا اہل خیر و صاحب استطاعت حضرات کوئی ایک کام مستقل اپنے ذمہ لے لیں تو یہ عزائم شرمندہ تکمیل ہو سکیں گے۔ اور معطیان کرام کے لیئے تاقیامت صدقات جاریہ ثابت ہونگے۔ انشاء اللہ۔

نقشہ جملہ مدات نقد آمدنی از یکم محرم ۱۳۸۱ھ تا ۳۰ر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

چھ سالہ تفصیل

مدات	سنہ ۱۳۸۱ھ		سنہ ۱۳۸۲ھ		سنہ ۱۳۸۳ھ		سنہ ۱۳۸۴ھ		سنہ ۱۳۸۵ھ		سنہ ۱۳۸۶ھ		چھ سالہ میزان	
		روپے		روپے		روپے		روپے		روپے		روپے		روپے
زکوٰۃ	۳۴	۶۰۴۶۸	۶۶	۷۷۵۷۲	۹۳	۷۸۷۴۶	۹۶	۸۴۴۶۵	۷۳	۹۵۳۰۶	۸۹	۱۰۶۸۸۳	۵۱	۵۰۳۴۴۴
عطیہ	۰۲	۱۱۷۳۶	۴۳	۲۳۲۹۳	۶۴	۲۳۰۹۸	۶۱	۱۵۸۵۹	۳۹	۲۰۸۳۶	۷۰	۲۲۶۱۹	۷۹	۱۱۷۴۴۳
فیس سند الفراغ	..	۴۵	..	۹۱	۵۰	۲۰۳	۲۴	۱۵۴	۵۰	۱۷۹	..	۲۷۰	۲۴	۹۴۳
معاوضات	۷۸	۱۷۹۳	۶۰	۶۶۴	۵۶	۱۷۲۵	۱۸	۱۱۹۱	۳۷	۴۱۲	۸۷	۴۴۰	۳۶	۶۲۳۰
تعمیر دارالاقامہ ودرسگاہ	..	۲۵	۶۲	۲۳۱۱	..	۲۰۶۷	-	۲۰۰۰	-	-	-	۱۶۶	۶۲	۶۵۶۹
تعمیر مسجد	۷	۱۸۰۵	۰۶	۱۵۷۴	۶۹	۱۵۳۱	۲۵	۱۲۰۵۶	۱۸	۵۷۶۸	۲۴	۵۱۹۸	۴۲	۲۷۹۳۳
کتب	-	-	۱۶	۴۴۵	-	۴۰	-	۷۰۰	-	-	-	۲۷۶	۱۶	۱۴۶۱
ازٹاؤن کمیٹی بنام تعلیم القرآن	-	۲۰۸۶	۵۵	۳۸۹۷	۵۶	۳۷۲۸	۸۸	۷۸۵۷	..	۷۳۰۶	۵۸	۷۴۵۳	۵۷	۳۲۳۲۹
باغیچہ	۱۲	۵۵	۵۵	۲۶۹	۳۱	۲۳۶	۹۳	۱۹۶	۹۱	۹۸۹	۸۶	۱۰۳۷	۶۸	۲۷۸۵
منافع حصص	..	۱۲	-	-	-	-	..	۵۰	-	۴۰	-	۴۰	-	۱۴۲
لاؤڈسپیکر	..	۱۵۴	..	۱۷۳	..	۱۳۲	..	۱۰۴	..	۱۵۵۰	-	۱۳۴	-	۲۲۴۷
چرم قربانی	۲۵	۷۷	۷۵	۱۷۵۷	۹۱	۹۹۴	۶۹	۱۱۳۲	۴۴	۱۸۴۴	۷۹	۲۱۰۲	۸۳	۷۹۰۹
الحق	-	-	-	-	-	-	-	-	۷۵	۳۴۱۰	۳۰	۶۵۳۲	۰۵	۹۹۴۳
موصولہ علی الحساب	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۷۳	۸۶۲	۷۳	۸۶۲
میزان	۵۱	۷۸۲۵۷	۳۸	۱۱۲۰۵۰	۱۰	۱۱۲۵۰۵	۷۴	۱۲۵۷۶۸	۲۷	۱۳۷۶۴۶	۹۶	۱۵۴۰۱۷	۹۶	۷۲۰۲۴۵
بقایا سال سابق	۵۲	۱۰۹۱۳۷	۵۰	۸۳۲۲۰	۳۴	۷۱۰۹۵	۳۴	۶۷۸۴۳	۰۱	۷۵۰۵۵	۳۶	۸۸۶۶۸	۵۲	۱۰۹۱۳۷
میزان کل	۰۳	۱۸۷۳۹۵	۸۸	۱۹۵۲۷۰	۴۴	۱۸۳۶۰۰	۰۸	۱۹۳۶۱۲	۲۸	۲۱۲۷۰۱	۳۲	۲۴۲۶۸۶	۴۸	۸۲۹۳۸۳
اخراجات	۵۳	۱۰۴۱۷۴	۵۴	۱۲۴۱۷۵	۱۰	۱۱۵۷۵۷	۰۷	۱۱۸۵۵۷	۹۲	۱۲۴۰۳۲	۳۷	۱۴۵۳۴۱	۵۳	۷۳۲۰۳۸
بقایا	۵۰	۸۳۲۲۰	۳۴	۷۱۰۹۵	۳۴	۶۷۸۴۳	۰۱	۷۵۰۵۵	۳۶	۸۸۶۶۸	۹۵	۹۷۳۴۴	۹۵	۹۷۳۴۴

۳۰ر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ کے بقایا اور سال رواں ۱۳۸۷ھ کے لازمی اخراجات کی رو سے تقریباً ۶۵ ہزار کا خسارہ ہے۔

نقشہ جملہ مدات نقد اخراجات از یکم محرم ۱۳۸۱ھ تا ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

چھ سالہ تفصیل

مدات	۱۳۸۱ھ	روپے	۱۳۸۲ھ	روپے	۱۳۸۳ھ	روپے	۱۳۸۴ھ	روپے	۱۳۸۵ھ	روپے	۱۳۸۶ھ	روپے	چھ سالہ میزان	روپے
مطبخ	۴۹	۲۸۴۹۰	۸۴	۲۶۸۷۶	۴۰	۲۸۹۹۱	۹۵	۳۲۳۵۰	۸۸	۳۲۲۰۱	۹۱	۴۱۸۷۷	۴۷	۱۹۰۷۸۹
کتب	۵۰	۸۴۳	۳۸	۱۰۲۸	۹۲	۱۶۸۲	۵۴	۱۲۳۱	۳۸	۹۳۳	۸۴	۲۹۰۵	۵۶	۸۶۲۵
نقدامداد۔ دستار۔ صابن	۱۸	۲۱۶	۵۵	۶۹۰	۴۷	۸۸۰	۹۰	۱۸۵	۲۱	۳۲۸	۵۵	۲۵۲	۸۶	۲۵۵۳
اشاعت۔ رسائل۔ اخبارات	۲۶	۶۵۹	۰۳	۱۳۰۳	۳۲	۸۳۸	۰۸	۸۵۴	۴۷	۹۱۶	۵۹	۵۵۷	۷۶	۵۱۲۸
ڈاک	۸۴	۸۹۸	۷۹	۱۱۷۳	۲۵	۹۶۰	۴۴	۱۱۲۳	۱۲	۱۰۴۷	۵۷	۱۰۶۰	۰۱	۶۲۶۴
جلسہ	۵۰	۱۶۵	۷۰	۴۵۱۳	-	-	-	-	-	-	-	-	۲۲	۴۶۷۹
سفارت	۸۷	۶۹۱۶	۴۷	۹۶۸۰	۶۷	۱۰۴۴۵	۴۹	۹۵۳۲	۷۷	۱۰۵۰۹	۸۹	۸۶۳۷	۱۶	۵۵۷۲۳
خرید و مرمت سامان	۴۴	۹۳۱	۵۸	۱۳۱۳	۱۴	۶۹۷	۳۱	۱۱۹۱	۸۱	۷۶۷	۷۱	۹۰۲	۹۹	۵۸۰۳
متفرق	۷۲	۱۱۷	۲۴	۱۵۱	۳۲	۱۷۶	۹۴	۱۱۶	۱۷	۱۸۵	۷۱	۲۰۳	۸۰	۹۵۰
دفتری خط وکتابت	۷۶	۵۶۹	۴۲	۱۶۰	۵۷	۳۷۳	۶۱	۲۵۲	۷۷	۲۷۰	۹۰	۳۶۰	۰۳	۲۰۱۸
تعمیر مطبخ	-	-	۵۵	۲۸۱	-	-	-	-	-	-	-	-	۵۵	۲۸۱
تعمیر دارالاقامہ	-	-	۸۹	۲۲۲۷۱	۳۹	۸۶۷۲	۸۰	۱۹۰۴	۵۳	۲۹۲۸	۷۱	۶۱۶۱	۳۲	۴۱۹۳۹
تعمیر مسجد	۶۰	۹۸۹۲	۰۸	۱۳۲۱۷	۶۸	۲۰۱۰۷	۴۳	۱۸۵۷۱	۳۴	۲۴۷۵۱	۲۲	۱۸۸۶۸	۲۵	۹۴۴۰۸
تعمیر دارالمدرسین	۷۹	۱۵۰۶۳	۲۱	۱۳۴۸	-	-	۱۵	۵۴۱	-	-	-	-	۱۵	۱۶۹۵۳
مرمت تعمیرات	۵۰	۵	۵۰	۲۳	۹۸	۴۲۱	۱۶	۴۷۳	۸۱	۲۰	-	-	۹۹	۹۴۵
تعمیر تعلیم القرآن	-	-	-	-	۲۷	۴۳۹۱	۹۸	۴۹۰۰	۸۶	۷۰۱	۷۲	۸۵۲۷	۴۳	۱۸۵۲۱
تنخواہ عملہ مع الاؤنس	۳۴	۲۹۱۸۰	۲۹	۳۰۵۹۸	۲۸	۳۱۳۸۴	۶۲	۳۴۰۰۷	۶۰	۳۲۵۵۴	۵۰	۳۴۷۴۵	۶۳	۱۹۲۴۶۹
روشنی	۰۱	۱۰۹۶	۲۷	۱۴۶۰	۹۹	۱۴۹۱	۲۱	۱۶۰۴	۱۵	۱۴۹۸	۹۳	۱۵۰۴	۵۶	۸۶۵۵
تعلیم القرآن	۷۴	۴۹۸۵	۷۵	۴۸۱۳	۶۶	۵۹۸۱	۱۷	۷۱۷۱	۵۶	۶۹۳۳	۵۴	۷۹۹۰	۴۲	۳۷۸۷۶
کرایہ مکانات	۲۹	۱۱۴۵	۱۳	۱۲۹۸	--	۱۱۷۲	۳۰	۸۵۷	۵۰	۶۰۰	۵۰	۴۹۵	۷۲	۵۵۶۸
امتحانات	۸۱	۱۳۰	۲۵	۱۰۱	۷۵	۱۱۷	۱۸	۱۳۲	۵۳	۱۳۶	۷۳	۱۶۶	۲۵	۷۸۵
آڈٹ	--	۱۵۰	--	۱۲۵	--	۱۳۴	--	۱۵۵	--	۱۵۵	--	۱۵۵	--	۸۷۴
واٹر پمپ خرید و مرمت	۶۲	۱۶۹۳	۹۶	۶۹۳	--	۲۱۸	۳۸	۳۸۰	۳۶	۵۵	۷۷	۳۹۷	۰۹	۳۴۳۹
باغیچہ	۴۷	۱۷۷	۲۷	۲۰۶	--	۱۴۵	۲۸	۲۹۵	۲۵	۳۷۰	۵۲	۴۴۷	۷۹	۱۶۴۱
مرمت وخرید لاؤڈ سپیکر	۸۵	۴۹	۵۶	۲۲۸	--	۳	۱۸	۵۸	۳۱	۱۵۳۹	--	۱۰۰	۹۰	۱۹۷۸
بنک کمیشن	۵۰	۱	۰۶	۲۴	۵۰	۱۶	۵۰	۲	-	۱	۵۰	۲	۰۶	۴۸
فیس وفاق المدارس	۱۰	۴۱۱	-	۳۷۰	۷۵	۳۹۷	۱۲	۳۸۵	--	۴۰۰	-	۴۱۰	۹۷	۲۳۷۳
فنگ	۳۵	۳۲۳	۷۵	۲۲۱	۸۱	۳۹۱	۳۱	۷۱	۲۲	۱۷۶	۵۲	۳۶۸	۹۶	۱۵۵۲
آئین چھپائی	-	۵۸	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	--	۵۸
الحق	-	-	-	-	-	-	-	-	۰۷	۳۸۴۹	۹۴	۸۰۷۵	۰۱	۱۱۹۲۵
خرید زرعی زمین برائے سبزی	-	-	-	-	۹۷	۵۶۶۳	-	-	-	-	-	-	۹۷	۵۶۶۳
تبلیغ	-	-	-	-	-	-	۴۴	۲۰۵	۲۵	۲۰۱	-	۱۹۴	۶۹	۶۰۰
آب رسانی	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۶۰	۹۳۹	۶۰	۹۳۹
میزان	۵۳	۱۰۲۱۷۲	۵۴	۱۲۳۱۷۵	۱۰	۱۱۵۷۵۷	۰۷	۱۱۸۵۵۷	۹۲	۱۲۴۰۳۲	۳۷	۱۴۵۳۴۱	۵۳	۷۳۲۰۳۸

طلباء دار العلوم حقانیہ کی علاقائی تفصیل از ۱۳۸۱ھ تا ۱۳۸۶ھ

	۱۳۸۱ھ	۱۳۸۲ھ	۱۳۸۳ھ	۱۳۸۴ھ	۱۳۸۵ھ	۱۳۸۶ھ	میزان
پاکستان و ملحقہ ریاستیں							
پشاور	۳۳	۳۵	۳۶	۳۴	۳۵	۲۵	۱۹۸
مردان	۲۴	۳۲	۴۲	۳۰	۳۴	۳۹	۲۰۱
کوہاٹ	۱۳	۱۱	۱۲	۸	۸	۲۰	۷۲
بنوں	۱۱	۱۲	۱۰	۹	۱۳	۱۹	۷۴
ڈیرہ اسماعیل خان	۷	۶	۷	۸	۲۲	۱۶	۶۶
کوئٹہ	۱۵	۲	۹	۱۲	۱۲	۱۴	۶۴
لورلائی	۱۴	۱۲	۱۵	۱۸	۱۳	۱۴	۸۶
قلات	-	-	۲	۳	۷	-	۱۲
ژوب	۱۶	۸	۵	۷	-	۱۲	۴۸
وزیرستان	۸	۲	۳	۴	۱۰	۴	۳۱
تیراہ	۶	۲	۱	۱	۶	۵	۲۱
دیر سٹیٹ	۲۵	۳۶	۲۹	۲۳	۱۷	۲۹	۱۵۹
سوات	۲۱	۲۸	۲۴	۲۶	۱۷	۱۷	۱۳۳
گلگت	۴	۳	-	۳	-	-	۱۰
بنیر	۱۷	۶	۸	۵	-	۴	۴۰
کوہستان	-	۲	۴	۶	۲	-	۱۴
ہزارہ	۲۵	۸	۱۳	۱۲	۲۲	۲۲	۱۰۲
چکیسر	-	۳	۲	۳	۴	-	۱۲
چترال	۶	۴	۳	۲	۱	۱	۱۷
باجوڑ	۱۲	۱۶	۱۳	۱۱	۵	۱۵	۷۲
میانوالی	-	-	-	۱	۱	۱	۳
آزاد کشمیر	-	-	-	۱	۱	-	۲

	۱۳۸۱ھ	۱۳۸۲ھ	۱۳۸۳ھ	۱۳۸۴ھ	۱۳۸۵ھ	۱۳۸۶ھ	میزان
مہمند ایجنسی	۱	۲	۶	۴	۷	۶	۲۶
کیمبل پور	۲	۱	۴	۳	۳	۴	۱۷
سلہٹ	-	-	-	-	۱	-	۱
افغانستان							
خوست	۱۳	۸	۱۳	۱۲	۴	۱۱	۶۱
قندہار	۲۰	۲۵	۲۲	۲۰	۱۸	۲۴	۱۲۹
نورستان	۱۴	۱۸	۱۳	۱۳	۸	۸	۷۴
ننگرہار	-	۹	۱۰	۷	۳	-	۲۹
غزنی	۱۶	۱۵	۱۴	۱۲	۵	۱۳	۷۵
ترکستان	-	۱۱	۸	۸	۵	-	۳۲
بدخشاں	۸	۷	۸	۷	۴	۲	۳۶
لغمان	۱۲	۱۴	۲۲	۱۸	۵	۱۴	۸۵
گردیز	۱۱	۱۲	۴	۵	۵	۱۰	۴۷
طالقان	۱۲	۸	-	۵	۳	۱۰	۳۸
جلال آباد	۲۸	۲۰	۲۲	۱۰	-	۱۴	۹۴
ہروان	۸	۲	-	۵	-	۱۳	۲۸
ہرات	-	۶	۵	۴	۲	۸	۲۵
ایران							
مشہد	-	-	-	-	-	۹	۹
تھائی لینڈ (بنکاک)	-	-	-	-	-	۲	۲
میزان	۴۰۲	۳۸۶	۳۸۹	۳۶۰	۳۳۰	۴۰۵	
کل میزان = ۲۲۷۲							

اسمائے گرامی فضلاء دارالعلوم حقانیہ از ۱۳۸۲ھ تا ۱۳۸۶ھ

۱۳۸۲ھ

۱۔ مولوی عبدالقیوم ابن عبدالواحد شیرپاؤ پشاور
۲۔ 〃 فضل خالق 〃 عبدالمالک شیخو 〃
۳۔ 〃 اسلام گل 〃 مقیم گل کرڈوی 〃
۴ 〃 محمد جان 〃 محمد سعید پانسی 〃
۵ 〃 عبدالمجید 〃 عبدالحکیم بھوڈیری 〃
۶ 〃 عبدالباقی 〃 طوطی شاہ ذڑہ میانہ 〃
۷ 〃 محمد امین 〃 سید احمد کالوخان مردان
۸ 〃 حضرت جمال 〃 محمد اسماعیل یار حسین 〃
۹ 〃 سید نظیر احمد 〃 سید محمد الدین پانی کلاں 〃
۱۰ 〃 فضل الرحیم 〃 محمد عمر عربی کلے 〃
۱۱ 〃 عبدالحلیم 〃 عبدالاکبر گوکند بنیر
۱۲ 〃 عبدالرسول 〃 عبدالقادر عالمی بانڈہ 〃
۱۳ 〃 عبدالحلیم 〃 گل احمد جان نادگئی باجوڑ
۱۴ 〃 محمد اسرائیل 〃 عبدالمنان 〃 〃
۱۵ 〃 اسد اللہ 〃 مولوی حامد تخنتے 〃
۱۶ 〃 حمد اللہ جان 〃 امین اللہ جان سلارزئی 〃
۱۷ 〃 محمد عمر شاہ 〃 مرادعلی شاہ حسن خیل جعفرخان بنوں
۱۸ 〃 محمد منور 〃 محمد انور سلوزئی افغانستان
۱۹ 〃 آفتاب الدین 〃 حافظ احمد لعل پورہ 〃
۲۰ 〃 عبدالبصیر 〃 خیر محمد مقام متی چنخ 〃
۲۱ 〃 محمد معصوم 〃 محمد اسماعیل کندر 〃
۲۲ 〃 محمد یوسف 〃 میر اکبر قلعہ خواص 〃
۲۳ 〃 عبدالغفور 〃 عبدالودود نگاریز گے 〃
۲۴۔ مولوی محمد عمرا خان ابن پردل حسن زئی افغانستان
۲۵۔ 〃 محمد حسن 〃 خیال گل کوتہ عشرہ 〃
۲۶۔ 〃 عبدالحمید 〃 امیر محمد قندھار 〃
۲۷۔ 〃 عبدالمجید 〃 فقیر گل شیوہ 〃
۲۸ 〃 محمد یونس 〃 عبدالخالق جاگل ہزارہ
۲۹ 〃 عبدالباقی 〃 عبدالقادر بیلیان 〃
۳۰ 〃 علی محمد 〃 عبدالمالک کرگ 〃
۳۱ 〃 محمد سلیمان 〃 عبدالحلیم کابگرام سوات
۳۲ 〃 احمد 〃 عبدالحنان چالیار 〃
۳۳ 〃 وزیر محمد 〃 عبدالغفار ماڑی تنگی دیر
۳۴ 〃 محمد حسین 〃 سید افضل گوڑ 〃
۳۵ 〃 محمد یوسف 〃 غلام رسول جبلوک 〃
۳۶ 〃 دوست محمد 〃 دردیزہ سرخ گان۔ بلوچستان
۳۷ 〃 عبدالغفور 〃 آقا محمد گمرشش۔ افغانستان

۱۳۸۳ھ

۳۸ 〃 عبدالرحمان ابن حاجی عبدالحکیم نوشہرہ۔ پشاور
۳۹ 〃 محمد داؤد 〃 محمد یعقوب ذڑہ میانہ 〃
۴۰ 〃 عزیز الرحمان 〃 محمد عثمان شبقدر 〃
۴۱ 〃 احمد جان 〃 خلیل الرحمان تنگی 〃
۴۲ 〃 محمد یعقوب 〃 عصمت اللہ پشاور 〃
۴۳ 〃 احسان اللہ 〃 رحمت اللہ زورآباد مردان
۴۴ 〃 شیر زمان 〃 محب اللہ لونڈخوڑ 〃
۴۵ 〃 محمد غلام 〃 سید غلام بدیکا 〃
۴۶ 〃 جانان 〃 عبدالرحیم قاغند افغانستان

۴۷۔ مولوی عبدالقاہر ابن باز محمد ارزد افغانستان
۴۸۔ 〃 حضرت گل 〃 عبدالواحد چلوزائی 〃
۴۹ 〃 خان محمد 〃 وزیر محمد گاڈی 〃
۵۰ 〃 جمال خان 〃 شاملار صادق 〃
۵۱ 〃 شیر محمد 〃 صاحب خان۔ زرمت 〃
۵۲ 〃 محمد جان 〃 عبدالغفور قلعہ خاص 〃
۵۳ 〃 عبدالعلی 〃 محمد نور ڈبری بلوچستان
۵۴ 〃 سید احمد شاہ 〃 حاجی محمد شفیق۔ ابراہیم خیل 〃
۵۵ 〃 حاجی عبدالغنی 〃 میر عالم چمن 〃
۵۶ 〃 عصمت اللہ 〃 شفیع اللہ تیٹول ڈیری بنیر
۵۷ 〃 فضل رحمان 〃 ہمیش گل جوڑ 〃
۵۸ 〃 فضل عظیم 〃 معرفت شاہ۔ شالگاہ دیر
۵۹ 〃 شہزاد نور 〃 عزت نور 〃
۶۰ 〃 حبیب اللہ 〃 نعمت اللہ۔ چہار تنگے 〃
۶۱ 〃 عبدالحق 〃 عبدالرازق سنگر شاہ 〃
۶۲ 〃 گل نبیر 〃 فاتح جان کوہیرے 〃
۶۳ 〃 فضل رحمان 〃 عبدالحق جبلوک 〃
۶۴ 〃 سعدالدین 〃 محمد اسرائیل شمسی خان 〃
۶۵ 〃 ظاہر شاہ 〃 آصف خان تنگے 〃
۶۶ 〃 محمد بہادر خان 〃 فاتح خان کوہیری 〃
۶۷ 〃 شمس العارف 〃 محمد عارف زین بانڈہ 〃
۶۸ 〃 عبدالحلیم 〃 عبدالخیر دوکرڈی 〃
۶۹ 〃 عبدالغفار 〃 بزرگ محمد سدو 〃
۷۰ 〃 فضل غفار 〃 غلام سرور 〃
۷۱ 〃 بزرگ جمہر 〃 عبدالرحیم نمدے 〃
۷۲ 〃 حبیب اللہ 〃 عبدالعلیم میدان بانڈے 〃

۷۳۔ مولوی شاد محمد ابن سلطان محمد ستانہ دیر
۷۴۔ 〃 میر احمد شاہ 〃 شیر علی بانڈہ صدیقہ 〃
۷۵ 〃 جان محمد 〃 قاضی رحمت اللہ۔ اسیگی 〃
۷۶ 〃 محمد واصل 〃 رضوان اللہ شنی ہزارہ
۷۷ 〃 حاجی حبیب الرحمٰن 〃 محمد فقیر جدبا 〃
۷۸ 〃 حبیب اللہ 〃 رحمت اللہ۔ ساگے مہمند
۷۹ 〃 عبدالقیوم 〃 عبدالباقی پنیالہ ڈیرہ اسماعیل خان
۸۰ 〃 گل بادشاہ 〃 محمد معصوم نندور 〃
۸۱ 〃 محمد زمان 〃 شہزادہ کلاچی 〃
۸۲ 〃 جلال الدین 〃 باز گل بہلول خیل 〃
۸۳ 〃 عبدالاحد 〃 غلام نبی کورٹ کشمیر بنول
۸۴ 〃 محمد نادر خان 〃 اماشی خان بوبیہ 〃
۸۵ 〃 عبدالرحیم 〃 شادم خان کوڑہ 〃
۸۶ 〃 عبدالجلیل 〃 عبدالغفور پیر عباس شاہ 〃
۸۷ 〃 سید نبی 〃 حضرت سید سوات
۸۸ 〃 عبدالجلیل 〃 عبدالرشید کوٹھہ 〃
۸۹ 〃 خلیفۃ الرحمان 〃 گل اختر ارل بانڈہ کوہاٹ
۹۰ 〃 عزیز الرحمان 〃 مبارس خان ڈاک۔ ایجنسی ملاکنڈ
۹۱ 〃 حافظ سلطان محمود 〃 تاج محمود کھوڑا سرگودہا
۹۲ 〃 عبدالمالک 〃 حسن دین سگیام آزاد کشمیر
۹۳ 〃 ابوسمند 〃 زلی بند نئی پلوس کوہاٹ

۱۳۸۴ھ

۹۴ 〃 فضل احمد ابن محمد یعقوب۔ میر اعدل گل کلے پشاور
۹۵ 〃 فضل محمود 〃 عزیز الرحیم۔ باغی بند پایاں 〃
۹۶ 〃 سلیم الرحمان 〃 خلیل الرحمان۔ ترناب 〃
۹۷ 〃 محمد جان 〃 اکرم خان۔ سفید کوٹ 〃

۹۸۔ مولوی عطاء اللہ شاہ ابن حافظ سعادت شاہ۔ زیارت کاکا صاحب پشاور
۹۹۔ 〃 محمد نذیر 〃 سید عالم بانڈہ شیخ 〃
۱۰۰ 〃 امان اللہ 〃 سلطان محمود سکندری کورونہ مردان
۱۰۱ 〃 انعام اللہ 〃 حضرت اللہ بیکا 〃
۱۰۲ 〃 محمد یوسف 〃 فضل رحمان ملک آباد 〃
۱۰۳ 〃 سراج الرحمان 〃 حمید اللہ پنج مڑ 〃
۱۰۴ 〃 خان محمد 〃 شیر حسن لاہور 〃
۱۰۵ 〃 شفیع اللہ 〃 قاضی شاکر اللہ اول خان کلے 〃
۱۰۶ 〃 محمد فیاض 〃 رسول شاہ آصف کلے 〃
۱۰۷ 〃 منور شاہ 〃 شاہ سعید کالو خان 〃
۱۰۸ 〃 عبدالسلام 〃 شیخ حضرت گندیگار دیر
۱۰۹ 〃 عبدالستار 〃 عبدالسید گدر 〃
۱۱۰ 〃 ولی الرحمان 〃 دلیل الرحمان جونی کلے 〃
۱۱۱ 〃 محمد سعید 〃 صاحبزادہ سکوٹ 〃
۱۱۲ 〃 امیر زمان خان 〃 محمد امین لوٹے کوٹے 〃
۱۱۳ 〃 رحیم بادشاہ 〃 فضل رحمان 〃
۱۱۴ 〃 محمد شعیب 〃 رحمان الدین کوٹکی 〃
۱۱۵ 〃 فقیر گل 〃 زردین رامیال 〃
۱۱۶ 〃 جان عالم 〃 بادشاہ صاحبزادہ ریحان کوٹ 〃
۱۱۷ 〃 تاج محمد 〃 عزیز محمد ستانہ 〃
۱۱۸ 〃 شیر زمان 〃 محمد امین لوٹے کوٹے 〃
۱۱۹ 〃 محمد یوسف شاہ 〃 سید ولایت شاہ۔ برہان کیمبلپور
۱۲۰ 〃 عنایت اللہ 〃 عبدالحق ملازئی ڈیرہ اسماعیل خان
۱۲۱ 〃 ولی محمد 〃 صالح محمد اماخیل 〃
۱۲۲ 〃 عبدالوہاب 〃 صالح محمد وانڈہ خان محمد 〃
۱۲۳ 〃 جلال عالم 〃 موسے خان مزیانی 〃

۱۲۴۔ مولوی عمر گل ابن شیر خان۔ سرشاہی۔ افغانستان
۱۲۵۔ 〃 شیر علی 〃 محمد علی زڑنی 〃
۱۲۶۔ 〃 محمد صادق 〃 عبدالمالک گندک 〃
۱۲۷۔ 〃 محمد ظریف 〃 محمد زمان جنگڑے 〃
۱۲۸۔ 〃 محمد نبی 〃 محمد نواب 〃
۱۲۹ 〃 گل رحمان 〃 برات خان اشپان 〃
۱۳۰ 〃 غلام عمر 〃 غلام صدیق منگو 〃
۱۳۱ 〃 عبدالظاہر 〃 محمد غازی بادقول 〃
۱۳۲ 〃 عبدالمتین 〃 عبدالقدوس قلعہ گل محمد 〃
۱۳۳ 〃 غلام سخی 〃 عبدالمالک گندمک 〃
۱۳۴ 〃 فیض محمد 〃 عمرا خان سکندر زئی 〃
۱۳۵ 〃 عبدالمجید 〃 گل محمد کامہ 〃
۱۳۶ 〃 محمد عظیم 〃 فیض محمد برگ مثال 〃
۱۳۷ 〃 عبدالقادر 〃 مہربان شاہ بیاری ہزارہ
۱۳۸ 〃 غلام سرور 〃 محمد حنیف بیلیاں 〃
۱۳۹ 〃 خان محمد 〃 شیر احمد زیزادی 〃
۱۴۰ 〃 محمد لطیف 〃 عبدالحکیم بلیمین کوہاٹ
۱۴۱ 〃 سیف الرحمان 〃 اسلام الدین ھنگو 〃
۱۴۲ 〃 احمد زمان 〃 محمد ظریف تتورک 〃
۱۴۳ 〃 عبدالشکور 〃 محمد امیر جالکوٹ کوہستان
۱۴۴ 〃 مقدر خان 〃 اشراف الدین۔ درشخیلہ سوات
۱۴۵ 〃 عبدالکریم 〃 عبدالرحمان بلوچ 〃
۱۴۶ 〃 عبدالشکور 〃 نور شاہ میرہ گئے 〃
۱۴۷ 〃 محمد جمیل 〃 محمد سعید طوطالی 〃
۱۴۸ 〃 عبدالمالک 〃 محمد ساجد 〃 〃
۱۴۹ 〃 فضل عظیم 〃 سید واحد بنیر

۱۵۰۔ مولوی فضل رحمان ابن عبدالحنان باچکنہ بنیر
۱۵۱۔ " محمد صابر " محمد اسماعیل طوط خان۔ایجنسی مالاکنڈ
۱۵۲۔ " عبدالکریم " عبدالعزیز اباخیل بنوں
۱۵۳۔ " محمد غفران " گل ضان لنڈی جالندھر "
۱۵۴۔ " رحمت غنی اللہ " مرزا عظیم گلوغ چترال
۱۵۵۔ " سید جمال الدین " عصام الدین ناڈگئی باجوڑ
۱۵۶۔ " رفیع اللہ " محمد تازہ گرام مردان

سنہ ۱۳۸۵ھ

۱۵۷۔ " سیال خان ابن محمد امین نندراخ پشاور
۱۵۸۔ " سلطان محمد " غلام محمد زخی قبرستان "
۱۵۹ " فضل معبود " محمد شعیب میاں عیسیٰ "
۱۶۰ " نور البصر " محب اللہ جلوزئی "
۱۶۱ " عبدالودود " شاکر اللہ ترناب "
۱۶۲ " غلام یحیٰ " غلام محمد گڑھی مومن "
۱۶۳ " محمد حسین " محمد حسن پیر سباق "
۱۶۴ " عبدالسلام " سنگ فارس مانکئی مردان
۱۶۵ " حبیب اللہ " عزیز اللہ نبی "
۱۶۶ " شفیق الرحمان " حبیب الرحمان مسلم آباد گوجاٹی "
۱۶۷ " عنایت الرحمان " عبدالحنان کھوئی برمول "
۱۶۸ " برہان الدین " فضل ہادی اسوٹا "
۱۶۹ " عبدالبر " عبدالشکور بادشاہ بانخیل "
۱۷۰ " بشیر احمد " عبدالجبار پیپل "
۱۷۱ " مرزا گل " قادر شیر انبار "
۱۷۲ " محمد لائق " عبدالغنی نبا ہزارہ
۱۷۳ " عبدالصمد " محمد گل کوہاٹی "
۱۷۴ " رسول شاہ " غلام جان تنگرل "

۱۷۵۔ مولوی عبید اللہ شاہ ابن کلیم اللہ شاہ قلعہ گئے ہزارہ
۱۷۶۔ " عبدالرب " محمد مسکین دھندی سوات
۱۷۷۔ " حسین احمد " حسن المآب تختہ "
۱۷۸۔ " فضل رحمان " سیف الرحمان صیلی بنیر "
۱۷۹۔ " محمد اسحٰق " عبدالحلیم کابلگرام "
۱۸۰۔ " غلام محمود " زمان شاہ راموڑی "
۱۸۱۔ " اورنگ زیب " سید نور نوالی کلی "
۱۸۲۔ " عبدالخالق " عبدالرحمان کوحی بنیر "
۱۸۳۔ " عبدالستار " گل حبیب ڈھیری " "
۱۸۴۔ " فضل کریم " فضل رحیم تورورسک "
۱۸۵۔ " عبدالرحیم " عبدالرحمان ملاہٹے "
۱۸۶۔ " عبدالرحیم " رحمت اللہ لابٹ "
۱۸۷۔ " نور حسین شاہ " معین شاہ کندوخیل کوہاٹ
۱۸۸۔ " معراج گل " حیا گل منڈہ خیل "
۱۸۹ " بہادر شیر " خان شیر خوجہ "
۱۹۰ " محمد غلام " حیا گل مانکی میدان افغانستان
۱۹۱ " علی محمد " گل محمد کاکل "
۱۹۲ " عبدالحکیم " خدائے نظر "
۱۹۳ " احمد نور " عبدالخالق خار باجوڑ
۱۹۴ " عبدالجلیل " ملک ملا سنگر "
۱۹۵ " لطف اللہ " محمد ظریف اباخیل بنوں
۱۹۶ " عمر خان " شہنواز تاجہ زئی "
۱۹۷ " سراج الدین " میر عزت شاہ ڈوگدرہ دیر
۱۹۸ " محمد سعید " فضل نعیم کھل "
۱۹۹ " حفیظ الحق " عبدالحکیم چنگی "
۲۰۰ " شہاب الدین " قاضی محمد جان بیاوڑہ "

۲۰۱- مولوی محمد جان ابن امان محمد معیار دیر
۲۰۲ " امین اللہ " محمد علی خان شیر خانیئے "
۲۰۳ " حبیب الحق " ولی الرحمان باغ بانڈے "
۲۰۴ " عبدالواحد " محمد علیم سیدان بانڈے "
۲۰۵ " سیف الرحمان " عبدالقیوم تھل "
۲۰۶ " عبدالخالق " نورالحق اجہ "
۲۰۷ " محمد اللہ " محمد امین شیخان "
۲۰۸ " عنایت الحق " عبدالحکیم چینگلی "
۲۰۹ " میاں گل " پائندہ محمد میاں کلے "
۲۱۰ " کفایت اللہ " محمد شیر علی شگولی "
۲۱۱ " محمد رفیق " بختیار گندیگار "
۲۱۲ " عثمان غنی " عبدالغنی اوچ "
۲۱۳ " عبدالمنان " عبدالمجید لکیان "
۲۱۴ " لطیف الرحمان " محمد نور کنٹروٹ گلگت
۲۱۵ " میاں گل " زرداد . الہ ڈنڈری . ایجنسی ملاکنڈ
۲۱۶ " عبدالوہاب " محمد اکرم تیہ دار شمالی وزیرستان
۲۱۷ " فریدالدین " محمد حسین فورٹ سنڈیمن بلوچستان
۲۱۸ " محمد رضا " محمد اکبر شاہ دوخیل بنوں
۲۱۹ " عبدالرحیم شاہ " مہربان شاہ ٹنگل چترال

۱۳۸۶ھ

۲۲۰ " احمد قاسم ابن طوطی شاہ زڑہ میانہ پشاور
۲۲۱ " عبداللہ شاہ " سید جعفر شاہ شبقدر "
۲۲۲ " عبدالمالک " رحمان الدین " "
۲۲۳ " قاری حبیب الرحمان " عبدالرحمان اکوڑہ "
۲۲۴ " میر زاہد گل " احمد گل اتمانخیل "
۲۲۵ " حاجی سبحان " صرحت گل . اتمانخیل بالا "

۲۲۶- مولوی عنایت اللہ ابن میر واحد منگا درگئی پشاور
۲۲۷ " زبیر شاہ " عبداللہ جان بارڈی بند "
۲۲۸ " خائستہ خان " محمد عثمان یرعجی "
۲۲۹ " گوہر حسین " میر حسن شیر غونڈ مردان
۲۳۰ " عبدالقہار " حبیب الرحمان کامران "
۲۳۱ " نورالقمر " عبدالمقتدر یار حسین "
۲۳۲ " خطاب گل " تاج محمد گروھی کپورہ "
۲۳۳ " فضل ہادی " سجاول خان بائندرخرکے "
۲۳۴ " فضل رحیم " جعفر خان آدینہ "
۲۳۵ " منفرق شاہ " عمر شاہ ڈاگئی "
۲۳۶ " سید محمد " نور جلال خوگئی دیر
۲۳۷ " محمد عظیم " سکندر ذغر "
۲۳۸ " زین العابدین " شمس الحق باغ درشخیل "
۲۳۹ " فضل وہاب " حمید الرحمان بائل "
۲۴۰ " شمس الوہاب " شمس المنان مزین بانڈہ "
۲۴۱ " عبدالرحمان " احمد دین بائل "
۲۴۲ " فضل احمد " حکمت خان ڈبجنہ "
۲۴۳ " امین الحسن " عبدالودود خہل "
۲۴۴ " سید امین " امام خان پاٹا "
۲۴۵ " فضل اللہ " قاضی مشرف درمدال "
۲۴۶ " نادر خان " نور باچا عمرائی "
۲۴۷ " فضل غفور " غلام رحیم خان خرو "
۲۴۸ " محمد جان " طالب جان تنگی "
۲۴۹ " محمد مظفر " حکیم خان چمرتلی "
۲۵۰ " محمد قاری " دلارام ڈمیرد "
۲۵۱ " فضل باقی " فضل غفور پڑےکس "

۲۵۲۔ مولوی احمد جان ابن اذان خان شونٹالہ دیر

۲۵۳ ” عبدالجمیل ” قاضی حبیب الرحمان ”

۲۵۴ ” عبدالرازق ” ” اجوڑ ”

۲۵۵ ” شمس اللہ جان ” عبدالمنان اجوڑ ”

۲۵۶ ” فیض الرحمان ” لعل صاحب تنڈیارے ”

۲۵۷ ” عبدالسلام ” خلیل الرحمان ایزاری ہزارہ

۲۵۸ ” بدرالوری ” عبداللطیف بٹیلو ”

۲۵۹ ” خلیل الرحمان ” فضل رحمان دربند ”

۲۶۰ ” فریدالحق ” شمس الحق سودا بنیر

۲۶۱ ” عبدالودود ” عبدالحمید تودورسک ”

۲۶۲ ” ولی اللہ ” محمد فاضل حیلی ”

۲۶۳ ” خان سید ” غلام سید ملاسر ”

۲۶۴ ” عزت اللہ ” غلام نبی ڈومہ ”

۲۶۵ ” جان محمد ” یار محمد ڈیری بلوچستان

۲۶۶ ” عبدالکریم ” محمد لعل چمن ”

۲۶۷ ” محمد رمضان ” محمد اسلم کاکہ زئی ”

۲۶۸ ” صاحب داد ” خدائے رحیم چہ میان ”

۲۶۹ ” تاج محمد ” نور محمد گل بازار ڈیرہ اسماعیل خان

۲۷۰ ” حفیظ اللہ ” گل لالہ مکین ”

۲۷۱ ” عبدالکریم ” آدم خان شیرخیل بنوں

۲۷۲ ” محمد حسن ” تاج محمد عباسہ ”

۲۷۳ ” سید محمد صابر شاہ ” میر گل شاہ لنڈیوہ ”

۲۷۴ ” شاہ محمود ” منظر خان شیوہ ”

۲۷۵ ” محمد حنیف ” احمد نور سنگر افغانستان

۲۷۶ ” عبدالرحمٰن شاہ ” نور محمد شاہ میانجوئی ”

۲۷۷۔ مولوی عزیز اللہ ابن نورالحسن خالبساط افغانستان

۲۷۸ ” عبید اللہ ” عبداللہ ” ”

۲۷۹ ” فضل رحمان ” تازہ گل انڈر میدان ”

۲۸۰ ” محمد نعیم ” محمد عظیم خنگار ”

۲۸۱ ” فتح محمد ” آقا محمد کاریز ”

۲۸۲ ” عبدالکریم ” عبدالقیوم دہ زیارت ”

۲۸۳ ” عبدالخالق ” داد محمد کونچی ”

۲۸۴ ” خدائے نظر ” محمد اکبر کوتلک ”

۲۸۵ ” طوطی محمد ” نصراللہ خان شاطوری ”

۲۸۶ ” نذراللہ ” شاہ منصور شادشت۔ بدخشان

۲۸۷ ” رضا احمد ” عظیم خان لنڈے تیراہ

۲۸۸ ” حافظ اجمل خان ” محمد سینی گمبٹ کوہاٹ

۲۸۹ ” امیر نواب ” حقیق اللہ کہیل سوات

۲۹۰ ” محمد امیر ” ہدایت شاہ کیگول چترال

۲۹۱ ” سید کریم ” عبیداللہ کوہی باجوڑ

۲۹۲ ” عیان الحق ” نام حق دانشکول مہمند

۲۹۳ ” فضل کریم ” عبدالکریم کوٹ ایجنسی ملاکنڈ

۲۹۴ ” سعدالحمید ” حافظ سعادت شاہ۔ زیارت کاکا صاحب پشاور

۲۹۵ ” محمود جان ” حضرت جان کودرے مردان

۲۹۶ ” محمد شیرین ” مطیع اللہ مہتر عونڈی ”

۲۹۷ ” عقل زرین ” عبداللہ جوڑ ”

۲۹۸ ” محمد یونس ” رحیم گل گھڑمی عثمانخیل ملاکنڈ ایجنسی

۲۹۹ ” نورالحسن ” غلام سرور اماخیل ڈیرہ اسماعیل خان

۳۰۰ ” معراج الحق ” سراج الحق پیرسدی پشاور

بتقریب جلسۂ دستاربندی
۲-۳ رجب ۱۳۸۷ھ

دار العلوم حقانیہ کے بارہ میں

مشاہیر واکابرینِ ملّت کی آراء وتاثرات

دار العلوم حقانیہ بفضلِ ایزد تعالیٰ ابتدائے تاسیس سے بزرگانِ دین واکابرینِ کرام مشاہیر ملک و ملت کے الطاف وتوجہات کا مورد رہا ہے۔ اکثر بزرگوں اور اولیاء اللہ نے دار العلوم میں قدم رنجہ فرمایا۔ اور اپنے ارشادات وفیوضات سے دار العلوم کے اجتماعات کو رونق بخشی۔ ان کی دعوات نیم شب اور توجہات بابرکات سے دار العلوم قائم وآباد ہے۔ اور منازل عروج طے کر رہا ہے۔ اور یہی ہمارا عظیم سرمایہ ہے۔ ذیل میں تبرکاً مختلف طبقوں کے مشاہیر کے آراء وتاثرات کے اقتباسات پیش ہیں۔ (ناظم دفتر اہتمام)

★

۱۔ شیخ السلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز (انڈیا)

اس قدر قلیل مدت میں آپ کے دار العلوم حقانیہ کی موجودہ ترقی اس کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس ادارہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اور اس کے علمی فیوض وبرکات کو ہمیشہ جاری رکھے۔ اس کے بانیین، معاونین اور مدرسین کی خدمات کو مقبول فرما کر ان کو دینی و دنیاوی نعمتوں سے نوازے۔ آمین۔ اس کے کارکنوں کو دولت اخلاص وجوشِ عمل سے نوازے۔ آمین۔ (یکم رجب ۱۳۸۶ھ)

۲۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ

مغربی پاکستان کی ۱۱ سالہ زندگی میں اسلام کی خدمت جو ایک عالم دین حضرت مولانا عبد الحق صاحب اکوڑہ خٹک والوں نے کی ہے۔ کیا آپ سب نے مل کر جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اتنی کی ہے۔ حالانکہ آپ نے مملکت پاکستان کا لاکھوں روپیہ ہضم کیا ہے۔ کیا جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں اسلام کے حفظ وبقاء کے سلسلہ میں علماء کرام کا سر بلند نہیں ہے۔ اور کیا انہیں حضرات کی برکت سے اسلام کا نور سارے پاکستان میں زندہ اور تابندہ نہیں ہے!

میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس مرکزِ اسلام کو تا قیامت خدمتِ کتاب و سنت کی توفیق فرمائے۔ آمین الٰہ العالمین۔ (از ہفت روزہ خدام الدین صہ ۱۲ خطبہ جمعۃ الوداع ۱۷ اپریل ۱۹۵۸ء بعنوان تعلیمافتہ طبقہ کو چیلنج)

آراءِ گرامی و معائنہ جات

حضرت فخرالاماثل مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند بھارت

نحمدہٗ ونصلی۔ آج بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ۔ احقر حسب دعوت حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانیٔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ اور دارالعلوم ہی میں قیام کیا۔ آٹھ سال کے بعد اس سرچشمۂ علم میں حاضری کا یہ دوسرا موقعہ ہے۔ ۱۹۵۰ء میں احقر اس وقت حاضر ہوا تھا۔ جبکہ اس مدرسہ کے لئے نہ کوئی مستقل جگہ تھی، نہ مکان، ایک مسجد میں غریبانہ انداز سے اساتذہ و تلامذہ نے کار تعلیم شروع کر دیا تھا۔ لیکن آٹھ سال کے بعد آج دارالعلوم کو اس شان سے دیکھا کہ اس کے پاس شاندار عمارت بھی ہے۔ وسیع میدان بھی ہاتھ میں ہے۔ اس کے وسیع نظم و نسق کیلئے مختلف انتظامی شعبہ جات بھی ہیں۔ شعبۂ تعمیر مستقل حیثیت میں اپنا کام بھی کر رہا ہے۔ اور تعمیرات بھی روز افزوں ترقی پر ہیں۔ طلبہ کی کثرت ہے، اساتذہ ماہرین فنون کافی تعداد میں جمع ہیں۔ ۲۶ طلبہ فارغ التحصیل کی دستاربندی بھی ہوئی۔ جن میں مختلف پاکستانی علاقوں کے علاوہ کابل و قندھار کے طلباء بھی ہیں۔ ایک عظیم الشان مسجد کی بنیاد بھی رکھی جا رہی ہے۔ خلق اللہ کا رجوع ہے۔ اعتماد ہے اور وہ پورے بھروسہ کے ساتھ پروانہ وار اس شمع علم کے اردگرد فدائیت و عقیدت کیساتھ ہجوم کر کر کے آرہے ہیں۔ حتیٰ کہ مدرسہ کے جلسے نے ایک "عظیم الشان علمی جشن" کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اور بلا تامل کہا جا سکتا ہے۔ کہ آج اسے صوبہ سرحد کی سب سے بڑی اور مرکزی درسگاہ ہونیکا فخر حاصل ہے۔ سات سال کی مختصر مدت میں یہ ظاہری و باطنی ترقیات بجز اس کے کہ کارکنوں کے اخلاص و للّٰہیت کا ثمرہ کہا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ ان مخلصین میں راس المخلصین حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑوی ہیں۔ جن کے ایثار و اخلاص کو میں اس وقت سے جانتا ہوں جب سے کہ وہ دارالعلوم دیوبند کے طالب علم اور اس کے بعد ایک کافی عرصہ تک دارالعلوم دیوبند کے ایک ماہر فن استاد کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں مقیم تھے۔ تقسیم ملک کے بعد بمجبوری اکوڑہ میں مقیم ہوئے اور دارالعلوم دیوبند آج تک ان کی جدائی پر نالاں ہے۔ ان کی سادہ بے لوث اور مخلصانہ طبیعت اور خدمت نے ہی اس سات سال کی قلیل مدت میں اس مکتب کو مدرسہ اور مدرسہ سے دارالعلوم بنا دیا ہے —— اس دارالعلوم کے احاطہ میں پہنچ کر احاطۂ دارالعلوم دیوبند کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ اور بالآخر یہ شبہ یقین سے بدل جاتا ہے۔

جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ حقیقتاً اس نے اپنی صورت وسیرت میں دارالعلوم دیوبند کی صورت وسیرت کو سمو لیا ہے۔ اور وہ دارالعلوم دیوبند ہی بن گیا ہے ــــ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس سرچشمۂ فیض اور اس کے بانی کو اپنے فضل وکرم کے سایہ میں تادیر قائم رکھے۔ اور مسلمانان پاکستان کے لئے یہ مدرسہ نور ہدایت اور مینارۂ روشنی ثابت ہو۔ ع۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
مظاہر العلوم سہارنپور

مژدۂ عافیت اور مدرسہ کے احوال سے مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل وکرم سے مدرسہ کو زیادہ سے زیادہ ترقیات عطا فرمائے اور کارکنوں میں زیادہ سے زیادہ اخلاص عطا فرمائے۔ الخ (اقتباس از مکتوب بنام مہتمم صاحب)

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی
امیر التبلیغ۔ دہلی۔ (انڈیا)

آج مدرسہ میں حاضری ہوئی۔ معلمین متعلمین و منتظمین سے ملاقات ہو کر خوشی ہوئی حق تعالےٰ شانہٗ ان حضرات کو علوم نبویہ کے عمومی وخصوصی فیضان کا ذریعہ بنا کر دارین کی ترقیات نصیب فرمائے۔

مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی مدظلہٗ
مرتب مکتوبات شیخ الاسلام قدس سرہٗ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مغربی پاکستان کا جامع ازہر ہے۔ مولانا عبد الحق صاحب مدظلہٗ اسکے مہتمم ہیں۔ جو تقسیم ہند تک متواتر سات سال دارالعلوم دیوبند میں اونچی کتابوں کے مدرس رہ چکے ہیں حضرت شیخ مدنی قدس سرہ العزیز سے خصوصی نسبت کے باوجود تلمذ وارادت کا رشتہ بھی ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۲ء تک قائم رہا۔ بدیں وجہ حضرت شیخؒ کا تعلق دارالعلوم حقانیہ سے بڑھتا رہا اور دعائیں شامل حال رہیں جس کا اثر یہ ہوا کہ بہت ہی تھوڑی مدت میں تقریباً چار سو علماء فیضیاب ہو کر اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہیں۔ اور آٹھ سو طلباء دارالعلوم حقانیہ سے ہر سال مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ ہر وہ درسگاہ یا وہ شخص جس کا تعلق کچھ بھی ہمارے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے رہا ہے، یہ اس بات کی ضمانت ہے۔ کہ انشاء اللہ اس کبریت احمر بزرگ کی نسبت اور دعائیں حتیٰ کہ اوپری توجہ بھی مثمر برکات ہو کر رہیں گی۔ دارالعلوم کو میں مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں رنگ لائیں گی۔ دارالعلوم ترقی کرے گا۔ مولانا عبد الحق صاحب مہتمم کی خدمات دارالعلوم کے لئے بڑا ہی علمی وزن رکھتی ہیں۔ ہم دارالعلوم کے لئے دست بدعا ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۲۱۶ ۔ ۲۱۷)

حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب مدظلہٗ
غور غشتی

میری پیری ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے مجھے سخت تشویش رہتی کہ اب میرے ہاں دورۂ حدیث کا کام نہ ہو سکے گا بوجہ میری مجبوری کے۔ لیکن میری دعائیں خدا نے سن لیں اور الحمد للہ کہ اب دارالعلوم حقانیہ میں علوم حدیث اور دورۂ حدیث کا کام باحسن طریق ہونے لگا۔ اب مجھے اطمینان اور سکون ہے۔ اور میرا ہر دوست

کو مشورہ ہوتا ہے۔ کہ اس علمی چشمہ سے فیض حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور دین و دنیا میں ترقی دیوے۔ یہ میرا اپنا مدرسہ ہے۔ اس لئے ضعف اور کمزوری کے باوجود میں ہر سال یہاں کے جلسہ میں شرکت کی کوشش کرتا ہوں۔ خدا آپ کے مدرسہ کو ترقی دیوے۔ اور قائم و دائم رکھے۔

(سالانہ اجلاس میں آمد کے موقع پر فرمایا)

حضرت شیخ التفسیر مولانا عبداللہ صاحب درخواستی خانپور

بحمد اللہ و منّہ و کرمہ۔ فقیر دارالعلوم حقانیہ میں ماہ صفر ۱۳۸۴ھ ۱۹-۲۰ر دو دن مقیم رہا۔ مدرسہ کو اکابر علماء دیوبند کی یادگار سمجھتا ہے۔ اس میں مہتمم صاحب فقیر کے مخلص دوست مولانا مولوی محمد عبدالحق صاحب کلام الٰہی کے فدائی اور حدیث خاتم الانبیاء کے شیدائی فدائی شب و روز مدرسہ کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ ان کے اخلاص کی وجہ سے مدرسہ میں دینی تعلیم بہترین طریق پر ہو رہی ہے۔ دوسرے مدرسین بھی مخلص اور محنتی ہیں۔ اس وجہ سے دینی شوق دوسرے مدارس کے طلباء سے بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو اور زیادہ ترقی عطا فرمائے۔ اور جو اس مدرسہ کی مالی امداد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو منظور فرمائے اور ان کے مال میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

(لاشئی فی الحقیقۃ عبد من عباد اللہ درخواستی)

حضرت خواجہ نظام الدین صاحب مدظلہٗ سجادہ نشین۔ تونسہ شریف

دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کے دارالعلوم کو معراج ترقی پر پہنچاوے۔ اور آپ حضرات کو دین کی خدمت کی کماحقہٗ توفیق دے۔ دارالعلوم کی رونق میں چار چاند لگانے کا موجب بنائے۔ اور وہاں کے لوگوں اور گرد و نواح والوں کو توفیق بخشے کہ وہ آپ کی ذات بابرکات اور فیضان مدرسہ سے زیادہ مستفید ہوں۔

(اقتباس از مکتوب ۱۲ر شعبان)

حضرت مولانا مبارک علی صاحب مدظلہٗ نائب مہتمم۔ دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

مجھے امید ہے آپ کا مدرسہ بفضلہ تعالیٰ روبترقی ہوگا۔ احقر آپ اور آپ کے متعلقین اور آپ کے مدرسہ کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لئے دست بدعا ہے۔ اور سب تفصیلی حالات کا متمنّی ہے۔

(اقتباس از مکتوب)

حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کیمبلپوری سابق شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور

مدارس عربیہ جن میں قرآن مجید اور احادیث نبوی کی اشاعت ہو رہی ہے۔ اس دور فتن و فساد میں ایسے مدارس کے وجود کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ اور ایسے مدارس کی امداد ہر فرد مسلم پر ضروری سمجھتا ہوں۔

مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دورۂ حدیث نبویہ بھی ہو رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو ترقی پر پہنچائے۔ اور کارکنوں کو بیش از بیش خلوص نیت عطا فرمائے۔ آمین۔ (العبد الاحقر عبدالرحمان غفرلہ ۲۰ شعبان ۱۳۷۳ھ)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان۔ کراچی

اس چھوٹے سے قصبہ میں ایسا دارالعلوم جو آج مغربی پاکستان کے لئے ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کا انعام اور مولانا موصوف کے اخلاص ومقبولیت کی کھلی نشانی ہے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو دن دونی رات چوگنی ترقیات ظاہرہ و باطنہ عطا فرمائے۔ واللہ المستعان

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ۔ بہاولپور

طلبہ کی کثرت تعداد، تعلیم وتربیت کے حسنِ انتظام صفائی وغیرہ امور کے لحاظ سے پاکستان کی یہ شاید واحد درسگاہ ہو۔ بلکہ ہمارے علم میں فقید المثال ہے۔ جدید عمارت سے اسلامی شان ٹپکتی ہے۔ جدید عمارت کی شکل میں اسکی افتتاح اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ مسلمانانِ پاکستان اسلام کو زندہ رکھنے کا عزم مصمم کر چکے ہیں۔ اور یہ کہ وہ دین کے حفظ وبقاء کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ میری دعا ہے۔ کہ دارالعلوم حقانیہ کے دینی فیض سے نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی اسلامی دنیا بھی سیراب ہو۔ آمین

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی لاہور

مدرسہ حقانیہ نے جو ترقی کی دیگر مدارس میں اسکی نظیر شاذ و نادر ہی ملے گی۔ خصوصاً ایسی ناہموار زمین میں ایک دینی درسگاہ کا اس درجہ ترقی کرنا تائیدِ غیبی کا کرشمہ ہے۔

قاضی سجاد حسین صاحب صدر مدرس فتحپوری۔ (دہلی)

آج اچانک بمعیت شیخ عبدالحمید صاحب سیکرٹری لاء منسٹری حکومت پاکستان مدرسہ حقانیہ میں حاضری دی۔ کاموں کی تفصیل کسی وقت حاضری پر انشاء اللہ لکھوں گا۔ باقی مولانا عبدالحق صاحب کی ذاتِ گرامی کام کی اچھائی کی ضامن ہے۔ میں خدا سے دست بدعا ہوں کہ حضرت حق اس مدرسہ کو دین کے فروغ کا سبب بنائے۔ اور یہ علمی درسگاہ اس خطّہ کے لئے شمعِ ہدایت ثابت ہو۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہٗ خانقاہ سراجیہ۔ کندیاں شریف

فقیر دعا کرتا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ دارالعلوم کو صحیح معنوں میں دارالعلوم دیوبند کا متبادل بنا دے۔ اور آپ حضرات کے بیش قیمت اخلاص میں مزید برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

(اقتباس از مکتوب ۱۷ شعبان ۱۳۷۶ھ)

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ایم۔ این۔ اے
شیخ الحدیث، ملتان

آج بتاریخ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۶۳ء عربی علوم کی عظیم درسگاہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ دار العلوم حقانیہ کے ساتھ احقر کو جو عقیدت ہے۔ وہ حدِ بیان سے باہر ہے۔ اس سے قبل بھی کئی مرتبہ یہاں حاضر ہوتا رہا۔ ہر دفعہ کی حاضری میں مدرسہ کو روبترقی دیکھ کر بے ساختہ دار العلوم اور اس کے کارکنان کے لئے دعائیں دل سے نکلتی ہیں۔ پاکستان قائم ہونے کے بعد جب متحدہ ہندوستان کے تمام مرکزی دینی ادارے ہندوستان کے حصہ میں آئے۔ اور پاکستان میں علومِ عربیہ کا مستقبل تاریک نظر آرہا تھا۔ تو ایک مردِ حق آگاہ حضرت العلامہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب، سابق مدرس دار العلوم دیوبند (انڈیا) نے سرحد کے پسماندہ علاقہ میں دار العلوم حقانیہ کی بنیاد ڈالی —— دار العلوم حقانیہ اکوڑہ نے چند سال میں وہ ترقی کی جسکی نظیر پاکستان بھر میں ملنی مشکل ہے۔ دار العلوم ہذا کو بجا طور پر پاکستان میں دار العلوم دیوبند کی نیابت کا مقام حاصل ہے۔ دار العلوم حقانیہ کے قیام سے علوم عربیہ کا مستقبل بجائے تاریک ہونے کے روشن ہوتا نظر آرہا ہے۔ دار العلوم کی جدید تعمیر اور اسکی مادی و روحانی ترقی کے بعد ہر صائب الرائے شخص یقیناً یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہے۔ کہ دار العلوم پاکستان میں ہدایت اور حفاظت علوم کا روشن مینار ہے۔ دار العلوم کے یہ متصاعد حالات اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ دار العلوم کے بانی نے انتہائی خلوص و حسنِ نیّت سے اس کی بنیاد رکھی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دار العلوم کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اور اس کے مہتمم مدرسین، ارکان، طلبہ کے قلوب کو خلوص سے معمور فرمائے۔

حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی
ناظم جمعیۃ العلماء اسلام

تقسیم ہند کے بعد اللہ تعالیٰ نے سابق صوبہ سرحد اور ملحقہ اوطاون قبائل کے دیندار مسلمانوں کے لئے دینی تعلیم کا بہترین انتظام فرمایا۔ یہاں تک کہ اگر پشتو بولنے والی قوم میں علوم عربیہ فنون اسلامیہ اور معارف دینیہ میں درجہ تکمیل کی بھی خواہش رکھیں ان کو دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کفایت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کو جنہوں نے دار العلوم حقانیہ کو ایک کامیاب یونیورسٹی کے مقام تک تھوڑے عرصہ میں پہنچا دیا۔ دار العلوم حقانیہ ایک جامع اور عظیم اسلامی درسگاہ ہونے کے سوا یہ خصوصیّت رکھتا ہے۔ کہ اس نے تمام سرحدی ممالک میں اسلامی مدارس کے لئے شاہراہ بنادی ہے۔ اس دار العلوم کے بعد اس کے شاگردوں اور متوسّلوں نے ملک میں تقریباً اسّی عربی مدرسے بنا کر ملک بھر کو قرآن و حدیث سے سیراب کرنا شروع کر دیا

ہے۔ اہل ملک دار العلوم حقانیہ کے ارباب بست وکشاد اور خاصکر حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے سارے صوبہ میں درس علوم کے فرض کفایہ کو بوجوہ اتم ادا فرمایا۔
(اقتباس از مضمون "پاکستان میں دیوبند" ترجمان الاسلام ۶۶-۱۲۰)

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی وحضرت مولانا قاری محمد امین صاحب راولپنڈی صدر | میرا تو دار العلوم سے نہ صرف قلبی تعلق ہے۔ بلکہ جسم کا رواں رواں دار العلوم کی ترقیات اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کی بقاء اور دار العلوم کے لئے ہمیشہ سایہ گستر ہونے کی دعا کرتا رہتا ہے۔

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور۔ لاہور | اللہ تعالیٰ نے دیوبند جانے کا شرف عطا فرمایا۔ جہاں جہاں ہمارے اکابر بیٹھ گئے جنگل میں منگل بنا دیا۔ جب ملک تقسیم ہوا تو مولانا قاری محمد طیب صاحب نے دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ایک اجلاس میں فرمایا "اس فضا سے اس ہوا سے مجھے دیوبند کی بو آتی ہے۔ یہ بھی دیوبند کا بقیہ اور نمونہ ہے" اللہ تعالیٰ اس سے دین کا کام لے۔ ہمارے یہاں کے علاقوں سے کوئی نیک عمل ہو گیا جس وجہ سے یہاں یہ دار العلوم بن گیا ہے۔ پچھلی مرتبہ ۱۲ر جون ۱۹۶۳ء میں میں نے یہاں سابق سفیر افغانستان سردار نجیب اللہ خان کا یہ فقرہ نقل کیا تھا:
"ہندوستانیوں اور افغانیوں کے لئے حجاز اور خانہ کعبہ قبلۂ عبادت ہے۔ مگر دیوبند قبلۂ علمی ہے۔ میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ اکوڑہ خٹک کا یہ دار العلوم میرے لئے قبلۂ علمی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ دار العلوم بھی خلوص کا مظہر ہے اور ہمارے اکابر کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ حضرت مدنیؒ سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب کو جو عقیدت تھی زبان میں یارا نہیں کہ بیان کر سکوں۔ حضرت لاہوریؒ اکثر مجلس ذکر اور درس میں اس مدرسے کا ذکر کیا کرتے تھے ؎ قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری ——— ہم کیا جانیں۔ ولی را ولی می شناسد۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ الحدیث استاذی المکرم حضرت مولانا عبدالحق صاحب کا سایہ ہماپایہ تا دیر سلامت رکھے۔ انسان کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی عنایات کی بوچھاڑ کریں۔ ع پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے ——— حضرت مدنیؒ فرمایا کرتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ آخرت میں سرخرو فرمانا چاہتے ہیں۔ ان کو یہاں ہی شان عطا کرتے ہیں۔ اور لوگ مور و مگس کی طرح ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ الخ
(خدام الدین ۱۰ر اپریل ۱۹۶۴ء)

حضرت مولانا خیر محمد صاحب خلیفہ حضرت تھانوی وحضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری | یہ دار العلوم اس علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اسکی تعلیم اور انتظامی شان سے دور ماضی یاد آتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ پاکستان میں دار العلوم دیوبند کی مثالی حیثیت نظر آتی ہے۔ انشاء اللہ۔

دارالعلوم اپنی مثال آپ ہوگا۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کو اللہ تعالیٰ زندہ و سلامت رکھے جن کے خلوص کا نتیجہ یہ دارالعلوم ہے۔

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی | مغربی پاکستان کے مدارس اسلامیہ میں سب سے پہلا مدرسہ دیکھا جس میں طلباء کرام کی اتنی کثرت ہے۔ اور اکابرین علماء دیوبند کے نہج پر کام دیکھا ہے۔ یہ ترقی دیل ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اور کارکنان کو اخلاص نیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو زائد سے زائد ترقی عطا فرمائے۔ اور معاونین کو زائد سے زائد توفیق بخشے۔

جناب سردار عبدالرب نشتر مرحوم سابق گورنر پنجاب | خداوند تعالیٰ دارالعلوم کو ترقی دے تاکہ وہ مسلمانانِ پاکستان کو دینی علوم سے بہرہ ور کرنے کے مقدس مقصد کو پورا کر سکے۔

(اقتباس از مکتوب بنام مہتمم صاحب ۵۷/۳/۱۱)

حضرت مولانا محمد عبدالمالک صدیقی خانیوال | اللہ کریم خدام مہمانخانہ سید رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دین و دنیا میں انتہائی کامیابیوں کا مالک واہل فرمائے۔ اور مزید ترقیات خدمات دارالعلوم کے لئے ایزد تعالیٰ خادمان دارالعلوم کو مع اخلاص نصیب فرمائے بطفیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت حاجی محمد امین صاحبؒ مجاہد آباد۔ ترنگزئی (از مدینہ منورہ) | پہ ادب واخلاص سرہ عرض دے۔ پس دَ سلام نہ پہ مدرسینو او معاونینو او طالبانو باندِ تاسو دَ دین خدمت کوئی نو ستاسو پہ ھر مسلمان حق دے دَ ممکن امداد۔ پہ دے عاجز چونکہ رب العزۃ جل جلالہ دا احسان کریدے نو ستاسو نہ بار بار پہ خلوص دل پہ روضۃ الجنۃ او پہ مواجہہ کبن دعا کانے کوی او دا بیتونہ دعائی ئے پہ روضۃ الجنۃ متصل پنجرہ مبارکے پورے جوہر کری لیکلی دی۔ نو تاسو بہ دَ محبوب کریم دَ قرب پہ خاطر دَ دے بیتو ثوقدر اوکرئ چہ پہ جلی قلم اولیکلے شی او پہ یو شیشہ کبن بند شی او دَ دارالعلوم پہ یو نمایان حائے کبن سرہ دَ دے عنوانہ چہ دا پہ روضۃ من ریاض الجنۃ کبن جوہر شوی دی۔ دَ یو عاجز خیر خواہ دَ اسلام دَ طرفہ رب العزت جل جلالہ دِ دارالعلوم سبب دَ خپلے رضا او بقا او ترقئ دَ علومِ اسلامی اوگرزوی۔ اشعار دا دی سہ

پہ مبارکے مخ دَ دے سنکلی حقانی محبوبؐ — اشرف الانبیاء محمد نورانی محبوبؐ
دارالعلوم حقانیہ ڈیر معزز کرے اللہ — پہ سنو علومو دَ دے ڈیر لاثانی محبوبؐ
کل علماءٗ او طالبان معاونین جملگی — شہ ئے شفیع دا پاک محبوب سبحانی محبوبؐ

ترجمہ:۔ اساتذہ و معاونین اور طلبہ کی خدمت میں بصد ادب و اخلاص عرض ہے کہ دین کی خدمت

کرنے کی وجہ سے ہر مسلمان پر آپ حضرات کا ہر ممکن امداد کرنے کا حق ہے۔ مجھ عاجز پر اللہ تعالیٰ نے دیارِ حبیبؐ کی حاضری کی نعمت کی ہے۔ اس لئے آپ سب کو بار بار خلوص دل سے روضۃ الجنۃ میں اور مواجہہ سردارِ دو جہاں علیہ السلام میں دعا کرتا ہوں۔ اور روضۃ الجنۃ متصل جالی مبارک روضۂ اطہر پہ چند ابیات دعائیہ موزوں ہوئے ہیں۔ آپ حضورِ اقدسؐ کے قرب کی خاطر اسے جلی قلم سے لکھوا کر ایک شیشہ میں بند کریں۔ اور ایک نمایاں مقام پر لگوا دیں۔ اور ساتھ یہ بھی کہ یہ ایک عاجز خیر خواہِ اسلام کی دعائیں ہیں دارالعلوم کے لئے جو روضہ من ریاض الجنۃ میں کی گئی ہیں۔ رب العزت جل جلالہ دارالعلوم کو اپنی رضا اور ترقی و بقاء علوم اسلامی بنا دے۔ اشعار یہ ہیں۔

اے اللہ اپنے خوبصورت حقانی محبوب، اشرف الانبیاء نورانی محبوب کے چہرے مبارک کے صدقے دارالعلوم حقانیہ کو اپنے لاثانی محبوب کے علوم سے معزز کر دے۔ اور اس پاک محبوب سبحانی کو تمام علماء و طلباء اور معاونین دارالعلوم کا شفیع بنا دے۔

مشرقی پاکستان

مولانا عبدالمتین پھولباڑی سلہٹ
خلیفہ حضرت مولانا مدنیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کا مدرسہ دیکھنے کے بعد بلا کسی افراط و تفریط کے عرض کرتا ہوں کہ یہاں سے دارالعلوم دیوبند کی خوشبو مہک رہی ہے۔ آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس علمی خوشبو کو ساری دنیا میں پھیلا دیں اور حضرت مولانا موصوف کی عمر کو اللہ تبارک و تعالیٰ صحت و عافیت کیساتھ دراز کر دیں۔ آمین۔

(عبدالمتین سلہٹی۔ یکم رمضان ۱۳۸۶ھ)

مولانا عبدالحمید خان صاحب بھاشانی

یہاں کا عظیم کام دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ اگر کام کرنیوالے دیانتدار حضرات مل جائیں تو قوم زندہ ہے۔ اور دین کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔ اتنا عظیم کام اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب پر قوم کا اعتماد ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم کا بھی اس ادارہ کی تاسیس میں حصہ تھا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی اپنے وقت میں تمام عالم کے سب سے بڑے مجاہد اور سب سے بڑے عابد تھے۔ اُن کے شاگردوں نے جہاں بھی قدم رکھا وہاں دین اور علم دین کی ایک دنیا بسا دی۔

(دارالعلوم حقانیہ میں آمد کے موقع پر تقریر ۱۳۸۴ھ)

افغانستان

حضرت شیخ طریقت ضیاء المشائخ
محمد ابراہیم المجددی ۔ افغانستان

فقیر ہمیشہ در افغانستان عزیز از طلبۃ العلم از حسن تدریس دار العلوم حقانیہ و خوبئ انتظام طلبہ مکرراً خبر ہائے نیک میشنوم کہ سبب مسرت قلبی من میگردد ، اللہم کثر اخوانانی الدین امروز خدمت کردن برائے پیش رفت علوم عالیہ دینیہ و برادران را دلالت نمودن بعلوم مقدسہ اسلامی بزرگ ترین خدمت برائے ارتقائے تمدن اسلامی ست۔ البتہ بشر بطور عموم جہت فرا گرفتن علم ضرورت دارد و عالم اسلام خصوصاً احتیاج تامہ دارند تا از حقائق علوم عالیہ علوم اسلامی باخبر شدہ ، طریق حیات معاد و معاش خود را برہمیں اساس نیک اسلامی مرتب نمودہ حیات مسعود را فائز گردند ——— مدرسہ حقانیہ چوں مرکز علوم دینیہ ست و بر اساس متین اہل سنت والجماعت قائم ست امروز غنیمت عظمی برائے طلبہ علم می باشد۔ حق سبحانہٗ ایں جامعۂ اسلامی را ترقی و دوام عطا فرماید و کارکنان ایں مدرسہ توفیق حسنہ عنایت نماید و جناب شمارا بحفظ خود داشتہ مصدر کارات نیک گرداند۔ الخ

(اقتباس از مکتوب بنام شیخ الحدیث ۱۰؍ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ)

بعض عربی ممالک کے علماء کرام اور معززین کا ورودِ مسعود اور ان کی آراء

دار العلوم حقانیہ میں ملک کے مشاہیر و اکابر علماء کے علاوہ بسا اوقات بیرون ملک سے آئے ہوئے مشاہیر و علماء کرام بھی قدم رنجہ فرماتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس عرصہ میں بھی کئی مشائخ علماء و اکابر تشریف لائے۔ ان میں سے بیشتر حضرات نے طلبہ و اساتذہ کو دار الحدیث میں اپنے علمی و دینی فیوضات سے نوازا۔ دار العلوم کیطرف سے خیر مقدم کی تقاریب منعقد ہوئیں۔ سپاسنامے پیش کئے گئے۔ ان حضرات نے دار العلوم کے تعلیمی نظم و نسق، تعمیرات و انتظامات معائنہ کرا کے بے حد اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا۔ اور تقریروں کے علاوہ تحریری الفاظ میں بھی دار العلوم کو خراج تحسین پیش کیا۔ ان میں سے بعض حضرات کے اسماء گرامی اور آراء درج ہیں۔

حضرت العلامہ الشیخ الجلیل شیخ عبد الفتاح
ابو غدہ ۔ دمشق یونیورسٹی ۔ شام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ والصلوٰۃ علی سیدنا محمد عبدہ و رسولہ وبعد فقد من اللہ علی بزیارۃ الباکستان۔ فکان من اول مقصدی زیارۃ معاہد العلم والعلماء لاکحل ناظری برؤیتہم واروی قلبی بصحبتہم وکان من تمام النعمۃ ان یسر اللہ لی زیارۃ

هذه المدرسة التي يرعاها ويديرها مولانا الشيخ الجليل الاستاذ عبد الحق صاحب سلمه الله تعالى واتم النعمة عليه باتمام مرامه ومقاصده الربانية قرة عين للمومنين في بلاد الله ولقد راقتني من المدرسة سمة طلبتها الكاملة المسلمة ونظامها الفطري الوداعي البصير وتوجيه اساتذتها البدور الصدور زان الله بهم البلاد والعباد فالحمد لله على فضله ونسأله المزيد وانا راجي الدعوات العبد الضعيف الغريب عبد الفتاح بن محمد ابو غدة خادم العلم بمدينة حلب من بلاد الشام وتلميذ الامام الكوثري رحمة الله۔

وكتبه في ٢٣ من ربيع الآخر سنة ١٣٨٢ھ

ترجمہ :— اللہ تعالیٰ نے مجھ پر پاکستان کی زیارت کا احسان فرمایا۔ میرا اس سفر کا بڑا مقصد دینی اداروں اور علماء سے ملنا تھا۔ کہ ان کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کروں۔ اور انکی صحبت سے دل کی پیاس بجھادوں۔ اور اللہ نے اس نعمت کی تکمیل اس طرح کی کہ مجھے اس مدرسہ کی زیارت کا موقع بہم پہنچایا۔ جسکی سرپرستی اور انتظام الشیخ الجلیل الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ ارادہ اور ربانی مقاصد کی تکمیل فرمادے جو اللہ تعالیٰ کی زمین میں مسلمانوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ مجھے مدرسہ کے طلبہ کے شرعی وضع رفیع اور مدرسہ کے بہترین فطری نظام اور نورانی اساتذہ کی شفقت اور انہماک نے خصوصیت سے خوشی دی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے بندوں اور آبادیوں کی رونق بنادے۔ آمین

حضرت شیخ مولانا عبدالغفور صاحب عباسی مہاجر مدنی (مدینہ طیبہ)

فقیر نے اس مدرسہ میں بہترین نظم وضبط اور نہایت عمدہ اخلاق کے صالحین ومخلص فی الدین مدرسین کرام کو دیکھا۔ اور فقیر کا دل باغ باغ ہوا۔ اور دل سے دعائیں نکلیں کہ اللہ تعالیٰ اس اپنے سرچشمہ کو اضعافاً مضاعفہ ترقی عطا فرمائے۔ اور اس مدرسہ کے طلباء کرام ومعاونین حضرات کو ہر قسم کی ظاہری و باطنی دولت سے مالا مال فرمائے۔ فقیر کو یہاں کے طلباء کی کثیر تعداد سے جو سینکڑوں سے بھی متجاوز ہے۔ پھر ان میں سے دو سو سے زائد طلباء کا مطبخ مدرسہ ہذا سے صبح وشام کھانا حاصل کرنا اس قدر فرحت وسرور قلبی حاصل ہوا کہ میرا رواں رواں دعا کرتا ہے۔ کہ یا اللہ بطفیل حضور سرور کائنات فخر دو عالم حضور سیدنا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس مدرسہ کے جملہ معاونین حضرات و مدرسین کرام یقیناً جنکی مخلصانہ جد وجہد وتعلیمی محنت سے یہ ترقی اس دینی سرچشمہ حیات کو حاصل ہوئی ہے۔ اور آئندہ بھی انشاء اللہ یوماً فیوماً ہوتی رہے گی۔ دین ودنیا اور آخرت کی ہر سعادت سے بہرہ اندوز فرما۔ اور اس مدرسہ

دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کرام کو ملت اسلامیہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے باعث اتحاد و اتفاق بنا۔ اور انہیں سچا مسلمان اور عملاً صادق و امین مبلغین اسلام بنا۔ اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی رفع اللہ تعالیٰ مقامہ فی الدارین جن کی انتھک و مسلسل جدوجہد سے یہ ایک عظیم الشان نشرگاہ علوم دینیہ اس علاقہ میں قائم ہو چکی ہے۔ کو ہر طرح سے سکون قلب و عافیت تامہ و نعما ظاہری سے سرفراز فرما۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نزلت بھذہ القریۃ المبارکۃ فرائیت مصداق المثل العربی	الشیخ العلامہ محمد بشیر الابراہیمیؒ صدر جمعیۃ العلماء الجزائر

"یوجد فی النھر ما لا یوجد فی البحر" ووجدتھا قریۃ تکاد تکون کلھا مدارس و من مظھرھا الذی یسر المؤمنین اقبال ۔ فیھا علی العربیۃ وشغفھم بھا علمت ان مستوی الھمم فیھا عال جداً فعرفت السر فی تشبیہ ھذہ المدارس التی لا تعتمد علی المعونۃ الحکومیۃ وانما تعیش علی المال الشعبی بارک اللہ فی ھذہ القریۃ وفی اھلھا وعمر بھا باکستان کلھا۔

رحلۃ فی سبیل ثورۃ الجزائر یوم العید

محمد بشیر الابراھیمی الالجزائری

(استاذ احمد بودہ)

ترجمہ :— اس گاؤں کو میں نے اس عربی محاورہ کے مصداق پایا کہ کبھی دریاؤں میں ایسی چیز مل جاتی ہے۔ جو سمندروں میں نہ مل سکے۔ مجھے ایسا نظر آیا کہ گویا پوری آبادی ایک مدرسہ بن گئی ہے۔ دارالعلوم کا عربی کیطرف توجہ و انہماک مسلمانوں کی خوشنودی کا باعث ہے مجھے معلوم ہوا کہ یہاں ہمتیں بہت بلند ہیں۔ اور عزائم بہت پختہ اسکی وجہ یہ ہے کہ سب کچھ قومی امداد و اعانت سے ہو رہا ہے۔ حکومت کی امداد پہ کوئی نظر نہیں اور نہ حکومت کی امداد حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جگہ اپنی برکات نازل فرمائے اور پورا اس سے آباد ہو۔ (محمد بشیر الابراہیمی)

ہم نے دارالعلوم حقانیہ میں آیات اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مجالس و مناظر دیکھے اور جو خوشی ہمیں	شیخ راشد احمد الحفار وزارۃ الاوقاف کویت شیخ مرشد عبدالعزیز مرشد دولۃ الکویت شیخ عبدالرزاق عبدالعزیز جمیل کویت

حاصل ہوئی اُس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ اور ہمارے سینے محبت سے معمور ہوئے۔

شیخ مختار احمد النحاس معلم مدرسۃ الزاویہ طرابلس
شیخ احمد البرنی ۔ مراکش
شیخ عبد المعطی الرباط ۔ مراکش
شیخ محمد ابوبکر ابراہیم ۔ مکہ مکرمہ
شیخ محمد عالم مطرجی ۔ مکہ مکرمہ

ہم نے دار العلوم عربیہ حقانیہ کی زیارت کی اس کے کئی شعبوں قسم ابتدائی اور قسم عالی کا معائنہ کیا جس میں عربی علوم وفنون حدیث و تفسیر وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں ۔ ہماری دلی دعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس کے اساتذہ مدرسین اور منتظمین اور طلبہ کرام کو اپنی مرضیات اور علوم ربانی سے آراستہ کر دے اور بعد از فراغت خروج فی سبیل اللہ اور دعوت ربانی اور تبلیغ کی عظیم ذمہ داریوں کی توفیق بخشے ۔ ہماری دعا ہے ۔ کہ یہ عظیم ادارہ اس مقدس زمانہ اور پاکیزہ نظام کیطرف دنیا کو لوٹا سکے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ میں رائج تھا ۔ ہم اس مدرسہ اور اس کے علوم دینیہ سے بے حد مسرت حاصل ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ اس کے بانیین کو مزید اخلاص اور نعمتوں سے نوازے ۔

دار العلوم حقانیہ کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ
الحق

★

بفضلہ تعالیٰ اس قلیل عرصہ میں علم وصحافت کے ایوانوں میں خدا داد مقبولیت حاصل کر چکا ہے ۔ جس کا اندازہ ذیل کے چند ایک موقر مجلات وجرائد کے تحسینی کلمات سے لگایا جا سکتا ہے ۔

الجمعیۃ دہلی | حضرت مولانا عبد الحق صاحب اور ان کے رفقاء مستحق مبارکباد ہیں ۔ کہ جسطرح یہ حضرات اکوڑہ خٹک ، پشاور میں دار العلوم حقانیہ جیسا علمی مرکز قائم کر کے سینکڑوں تشنہ لبوں کو علم مولیٰ کے آب حیات سے سرشار کر رہے ہیں جسطرح وعظ و تذکیر کے ذریعہ حفاظت دین اور اشاعت علوم نبوت کا فرض انجام دے رہے ہیں ، ایسے ہی اپنی تصنیفی اور صحافی صلاحیتوں کے ذریعہ بھی اشاعت علم اور افاضہ وافادہ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے ۔ ماہنامہ الحق ان حضرات کے اس ہمہ گیر جذبہ کی متحرک تصویر ہے ۔ الخ (۴ ستمبر ۱۹۶۶ء)

ماہنامہ دار العلوم ۔ دیوبند | رسالہ "الحق" مغربی پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ دار العلوم حقانیہ

کا علمی، دینی ترجمان ہے جس نے متنوع مضامین، جدت ترتیب، حسن کتابت و طباعت اور اپنے اعلیٰ نظریات کے لحاظ سے اپنا نیا معیار قائم کیا ہے۔ (ستمبر ۱۹۶۶ء)

بینات کراچی | اس ماہنامہ کی ترتیب بڑی دلکش اور مضامین ایمان افزا ہوتے ہیں۔ اداریہ میں مسائل حاضرہ پر شگفتہ زبان، سنجیدہ اسلوب، اور متین انداز بیان میں شرعی نقطۂ نظر سے بصیرت افروز تبصرہ، مقالات میں تنوع عالم اسلام کے کوائف عالمی مسائل اور ان کا صحیح حل اور تازہ مطبوعات پر جاندار تبصرہ اس مجلہ کے خصوصی مشمولات ہوتے ہیں (ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ)

فاران کراچی | الحق کے تمام مضامین دین و شریعت اور اخلاق و پاکیزگی کی ترجمانی اور عکاسی کرتے ہیں۔ ماہنامہ الحق کوئی شک نہیں دین و شریعت کی قابل قدر خدمت انجام دے رہا ہے۔ اور متجددین اور مغرب زدوں کے افکار باطل کی تردید اسکی خصوصیت رہی ہے۔ (مارچ ۱۹۶۷ء)

ماہنامہ برہان دہلی | رسالہ علمی بھی ہے اور دینی بھی۔ مضامین میں خاصہ تنوع ہوتا ہے۔ عہد جدید کے جو فکری فتنے ہیں۔ ان سے متعلق بھی تنقیدی مضامین ہوتے ہیں۔ ادبی چاشنی کی بھی کمی نہیں ہوتی عربی مدارس کے اساتذہ اور طلباء کے لئے خصوصاً اور عام مسلمانوں کیلئے عموماً اس کا مطالعہ مفید اور معلومات افزا ہوگا ——— (فروری ۱۹۶۷ء)

جنگ راولپنڈی | دارالعلوم حقانیہ کو اکابر کی نگاہ میں مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند بھارت کا پاکستان میں قائم مقام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (طویل تبصرہ کے آخر میں) ہماری نگاہ میں ا[illegible] رسالہ کا باقاعدہ مطالعہ عالم باعمل بنانے میں حد درجہ ممد و معاون ثابت ہوگا۔ (۲۶ر جون ۱۹۶۶ء)

صدق جدید۔ لکھنؤ | ایک دینی درسگاہ کا دینی و علمی ماہنامہ جو مذہبی و علمی ہونے کے باوجود خشک اور نرا مولویانہ نہیں، خاصہ دلچسپ، شگفتہ اور پُر از معلومات ہے۔ (۳ر جون ۱۹۶۶ء)

مدیر الفرقان۔ لکھنؤ | الحق نے تو اس راہ کے تجربہ کاروں کو بھی مات کر دیا ہے۔

شہاب۔ لاہور | الحق میں اکابر سلف کے نوادرات کی جھلکیاں اور جدید مسائل پر دور حا[illegible] کے متبحر علماء کے تبرکات بھی شامل ہیں۔ دوسری طرف ظاہری دلآویزی بھی ہے۔ ہم قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ نہایت گرمجوشی سے اس جریدہ کا خیر مقدم کریں۔

الرحیم۔ حیدر آباد | الحق کے مضامین بلند پایہ علمی معیار کے علاوہ ان کی زبان ان کا اسلوب بڑا شستہ اور منجھا ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے یہ رسالہ تمام دینی و علمی حلقوں میں مقبول ہوگا۔ اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

الاعتصام۔ لاہور | الحق ظاہری و باطنی خوبیوں کا مرقع ہے اور محنت و تنوع نمایاں نظر آتی ہے

———★———